Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس   مفتی محمد امجد   حکیم محمد فیضان   غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے

سالانہ.............. 300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270   فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب و تحریر

صفحہ

اداریہ ....نئے انتخابات اور ذرائع ابلاغ کا کردار............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط ۱۰۲)............ روزہ کے فدیہ کا حکم .... // // ۵

درسِ حدیث ......حکمرانوں کے دھوکہ دہی، جھوٹ اور غلط بیانی کی مذمت....... // // ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

حکمرانی وحکومت کے عہدہ کی امانت ونزاکت.................................. // // ۱۴

جنت کے قرآنی مناظر (جنت اور اس کی بہاریں: قسط ۱۰)............................مفتی محمد امجد حسین ۲۹

تعمیرِ پاکستان .... محمد ابراہیم ۳۵

قُربِ قیامت میں قلم وکتابت کا شیوع اور موجودہ ذرائع ابلاغ.................مفتی محمد رضوان ۳۶

کئی افراد کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا.................................مولانا محمد ناصر ۳۹

ماہِ ربیع الاول: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..................مولانا طارق محمود ۴۲

علم کے مینار........صحابیات علمِ حدیث کے میدان میں ....مفتی محمد امجد حسین ۴۵

تذکرۂ اولیاء:...........مقامِ ولایت تک رسائی کتنی آسان ہے؟............ // // ۵۰

پیارے بچو!..............ہنر کی دولت....................مولانا محمد ناصر ۶۱

بزمِ خواتین ....توبہ کی بنیاد.........................مفتی محمد یونس ۶۳

آپ کے دینی مسائل کا حل... مجبوری کے وقت جھوٹ کا حکم...............ادارہ ۶۷

کیا آپ جانتے ہیں؟........... سونے کے آداب (قسط ۴)..........مفتی محمد رضوان ۷۵

عبرت کدہ .... حضرت یوسف علیہ السلام (قسط ۳۳)..........ابوجویریہ ۸۳

طب وصحت .... بخار کے بارے میں ہدایاتِ نبوی.....مفتی محمد رضوان ۸۵

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین ۹۲

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........حافظ غلام بلال ۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

نئے انتخابات اور ذرائع ابلاغ کا کردار

وطنِ عزیز کی سابقہ حکومت اپنی پنج سالہ مدت پوری کرنے کے بعد تحلیل ہوچکی ہے،اور نئے انتخابات کی تیاریاں جاری ہیں، ملک میں جمہوری حکومت نے پہلی مرتبہ اپنی قانونی وآئینی مدت پوری کی ہے، جس میں حزبِ اختلاف (اور اپوزیشن) جماعت کا بڑا اہم کردار ہے۔

کیونکہ جمہوری حکومت کی آئینی مدت پوری ہونے سے پہلے اس کو ختم کرنے میں اب تک حزبِ اختلاف اور اپوزیشن جماعتوں کا بڑا دخل رہا ہے،اور متعدد مرتبہ آمروں کی طرف سے بھی جمہوری حکومت کی آئینی مدت پوری ہونے سے پہلے ان کا دھڑن تختہ ہوتا رہا ہے۔

اس مرتبہ جمہوری حکومت کے دورِ حکومت میں اگرچہ ملک کی تعمیر وترقی کے لئے کوئی مؤثر اور پائیدار اقدامات نہیں ہوئے، اور مہنگائی، بے روزگاری، بدامنی، دہشت گردی وغیرہ میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے،لیکن قانون سازی کے حوالہ سے کئی اقدامات بہتر ہوئے۔

بطورِ خاص الیکشن کمیشن کو مؤثر وفعال بنانے اور عدلیہ کی آزادی وغیرہ کے حوالہ سے کئی بہتر اور مناسب اقدامات ہوئے، اور ہمارے خیال میں ملک کے دیگر صوبوں کے مقابلہ میں صوبۂ پنجاب کا سیکورٹی و انتظامی نظم وضبط نسبتاً بہتر رہا،اور ترقیاتی کام وسیع پیمانے پر ہوئے،عوامی فلاح وبہبود کے لئے بہت کچھ عملی اقدامات سامنے آئے،جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومتِ پنجاب کی پالیسیاں ملک کے لئے نسبتاً بہتر رہیں۔

اب کیونکہ سابقہ حکومت کی آئینی مدت پوری ہوچکی ہے،اور نئے انتخابات سَر پر ہیں،ان حالات میں ملک کے باشندوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے ووٹوں کا دیانت داری کے ساتھ استعمال کا اہتمام کریں،تاکہ آئندہ پنج سالہ کے لئے زیادہ بہتر حکومتی سیٹ اپ وجود میں آسکے۔

موجودہ صورتِ حال میں ذرائع ابلاغ اور میڈیا پر بھی یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوئی ہے کہ وہ ملک کے عوام میں دیانت وامانت داری کے ساتھ شعور پیدا کرے، اور لوگوں کے سامنے محض منفی پروپیگنڈہ ،ریٹنگ

بڑھانے اور بلیک میلنگ کے بجائے تعمیری اور مثبت سوچ کو پروان چڑھائے، اور اچھی کارگزاری والے افراد اور سیاسی جماعتوں کے کردار کو اُجاگر کرے، تاکہ لوگ حقائق سے آگاہ ہو کر بہتر اور مناسب فیصلہ کرسکیں۔

مگر بدقسمتی سے ہمارے یہاں میڈیا باوجود آزاد ہونے کے اپنی ذمہ داری کا صحیح حق ادا نہیں کرتا، بلکہ اس کے برعکس آزادی سے غلط فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے ذاتی اغراض ومفادات کی خاطر لوگوں میں سنسنی پھیلاتا اور افراتفری مچاتا ہے۔

اور نااہل لوگوں کو اہل اور اہل لوگوں کو نااہل ظاہر کرنے، اور جھوٹ، بہتان اور غلط بیانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، جس کا دنیا اور آخرت میں وبال بڑا سخت ہے۔

دوسری طرف عوام کو بھی چاہئے کہ وہ صرف ذرائع ابلاغ اور میڈیا کے تبصروں، جائزوں، نیز پروپیگنڈوں وافواہ سازی کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کرنے سے گریز کریں، اور اس سلسلہ میں دیانت وامانت داری کے ساتھ وطنِ عزیز کے صحیح خیر خواہ اور دیانت دار لوگوں کے مشورہ کے مطابق عمل کریں، یا خود اپنے شعور اور عقل کا دور بینی کے ساتھ استعمال کر کے فیصلہ کریں۔

ہماری مکرر گزارش ہے کہ لوگ اپنے ووٹوں کو ضائع ہونے سے بچائیں، اور ووٹوں کا دیانت وامانت کے ساتھ استعمال ضرور کریں، آپ کے ووٹ کی اس ایک پرچی پر وطن کے آئندہ اچھے برے حالات کا دارومدار ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کا حامی وناصر ہو۔ فقط

(سورہ بقرہ قسط ۱۰۲،آیت۱۸۴) مفتی محمد رضوان

روزہ کے فدیہ کا حکم

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ،فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ، وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۸۴)

ترجمہ:اور جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کے کھانے کا فدیہ ہے، پھر جو کوئی خوشی سے خیر کا کام کرے،تو وہ اس کے لیے بہتر ہے،اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے،اگر تم جانتے ہو(سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ روزہ کی طاقت رکھنے والوں کو روزہ رکھنا بہتر ہے،اور فدیہ دینا بھی جائز ہے،اور فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے،اور اگر اس سے زیادہ دے،تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

کئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے،اس وقت دو اختیار تھے،ایک یہ کہ کوئی روزہ رکھ لے،دوسرا یہ کہ کوئی روزہ کے بجائے فدیہ دے دے۔

لیکن بعد میں فدیہ کا حکم صرف ان لوگوں کے لئے برقرار رکھا گیا،جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے۔

چنانچہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كُنَّا فِىْ رَمَضَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ فَافْتَدٰى بِطَعَامِ مِسْكِيْنٍ، حَتّٰى أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (مسلم) [1]

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رمضان میں ہم میں سے جو چاہتا روزہ رکھتا، اور جو چاہتا روزہ نہ رکھتا،اور اس کا ایک مسکین کے کھانے کے ذریعہ سے فدیہ دے دیتا، یہاں

[1] رقم الحديث ۱۱۴۵ "۱۵۰" كتاب الصيام،باب بيان نسخ قوله تعالى وعلى الذين يطيقونه فدية، بقوله :فمن شهد منكم الشهر فليصمه،واللفظ لهٗ،بخارى، رقم الحديث ۴۵۰۷،سنن الترمذى، رقم الحديث ۷۹۸، سنن ابى داوٗد، رقم الحديث ۲۳۱۵.

تک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ ''فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ'' یعنی جو شخص تم میں سے رمضان کے مہینہ کو پائے، تو اسے چاہئے کہ وہ اس مہینہ کا روزہ رکھے (بخاری، مسلم)

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَمَّا أَحْوَالُ الصِّيَامِ: فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، فَجَعَلَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَصِيَامَ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ، ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِ الصِّيَامَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ، إِلٰى هٰذِهِ الْآيَةِ: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ، فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَطْعَمَ مِسْكِيْنًا، فَأَجْزَأَ ذٰلِكَ عَنْهُ، ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الْآيَةَ الْأُخْرٰى، شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ، إِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، فَأَثْبَتَ اللّٰهُ صِيَامَهُ عَلَى الْمُقِيْمِ الصَّحِيْحِ، وَرَخَّصَ فِيْهِ لِلْمَرِيْضِ وَلِلْمُسَافِرِ، وَثَبَتَ الْإِطْعَامُ لِلْكَبِيْرِ الَّذِىْ لَا يَسْتَطِيْعُ الصِّيَامَ، فَهٰذَانِ حَوْلَانِ (مستدرک حاکم)[1]

ترجمہ: روزوں کا معاملہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے، تو آپ نے ہر مہینہ میں تین روزے اور عاشوراء (یعنی دس محرم) کے روزے رکھنے شروع کئے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر (رمضان کے) روزے فرض کئے، اور یہ آیت نازل فرمائی کہ اے لوگو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح سے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، اس آیت تک کہ جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں، ان پر ایک مسکین کے کھانے کا فدیہ ہے، پس جو شخص چاہتا روزہ رکھتا، اور جو چاہتا مسکین کو کھانا کھلا دیتا، اس کی طرف سے یہ کافی ہو جاتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی کہ رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید نازل کیا

---

[1] رقم الحدیث ۳۰۸۵، ج۲ص ۳۰۱، کتاب التفسیر، واللفظ لہ، مسند أحمد، رقم الحدیث ۲۲۱۲۴.
قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ
وقال الذھبی فی التلخیص: صحیح.
فی حاشیة مسند احمد: رجاله ثقات رجال الشیخین غیر المسعودی - وھو عبد الرحمن بن عبد الله بن عتبة- فقد روی له البخاری استشھاداً وأصحاب السنن.

گیا، اللہ تعالیٰ کے اس قول تک کہ جو تم میں سے رمضان کے مہینہ کو پائے، تو اسے چاہئے کہ اس کا روزہ رکھے، تو اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کو مقیم، صحت مند پر لازم فرمادیا، اور مریض اور مسافر کے لئے رخصت دے دی (کہ وہ بعد میں رکھ لے) اور کھانا کھلانا (وفدیہ دینا) اس بوڑھے شخص کے لئے ثابت رہا، جو روزوں کی (فی الحال اور آئندہ) طاقت نہیں رکھتا، پس یہ دو تبدیلیاں ہیں (حاکم، مسند احمد)

البتہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورہ بقرہ کی اس آیت میں جو روزہ کے فدیہ کا حکم دیا گیا ہے، وہ ان بوڑھے اور مریضوں کے لئے ہے، جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے، اور آئندہ بھی انہیں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی، اور اس کا حکم اپنی حالت پر برقرار ہے۔ [1]

بہر حال جو کچھ بھی ہو، شریعت کا اصل حکم یہ ہے کہ روزہ کا فدیہ دینے کی اجازت اسی بوڑھے یا بیمار شخص کو حاصل ہے، جو بوڑھا یا ایسا بیمار ہو کہ نہ تو فی الحال روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو، اور نہ آئندہ اس روزہ کو قضا کر کے رکھنے کی قدرت حاصل ہونے کا بظاہر امکان ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ [2]

---

[1] عن عطاء ، سمع ابن عباس، یقرأ وعلی الذین یطوقونه فلا یطیقونه فدیة طعام مسکین قال ابن عباس :لیست بمنسوخة هو الشیخ الکبیر، والمرأة الکبیرة لا یستطیعان أن یصوما، فیطعمان مکان کل یوم مسکینا(بخاری، رقم الحدیث ۴۵۰۵)

عَنُ ابُنِ عَبَّاسٍ، فِی قَوُلِهِ عَزَّ وَجَلَّ :(وَعَلَی الَّذِینَ یُطِیقُونَهُ فِدُیَةٌ طَعَامُ مِسُکِینٍ) " یُطِیقُونَهُ: یُکَلَّفُونَهُ، فِدُیَةٌ :طَعَامُ مِسُکِینٍ وَاحِدٍ، فَمَنُ تَطَوَّعَ خَیُرًا طَعَامُ مِسُکِینٍ آخَرَ لَیُسَتُ بِمَنُسُوخَةٍ فَهُوَ خَیُرٌ لَهُ، وَأَنُ تَصُومُوا خَیُرٌ لَکُمُ، لَا یُرَخَّصُ فِی هَذَا إِلَّا لِلَّذِی لَا یُطِیقُ الصِّیَامَ أَوُ مَرِیضٍ لَا یُشُفَی (سنن النسائی، رقم الحدیث ۲۳۱۷)

عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ ,فِی قَوُلِهِ (وَعَلَی الَّذِینَ یُطِیقُونَهُ فِدُیَةٌ طَعَامُ مِسُکِینٍ)،قَالَ :یُطِیقُونَهُ یُکَلَّفُونَهُ فِدُیَةٌ طَعَامُ مِسُکِینٍ وَاحِدٍ ,(فَمَنُ تَطَوَّعَ خَیُرًا) فَزَادَ مِسُکِینًا آخَرَ لَیُسَتُ بِمَنُسُوخَةٍ (فَهُوَ خَیُرٌ لَهُ وَأَنُ تَصُومُوا خَیُرٌ لَکُمُ)فَلَا یُرَخَّصُ فِی هَذَا إِلَّا لِلُکَبِیرِ الَّذِی لَا یُطِیقُ الصِّیَامَ أَوُ مَرِیضٍ یَعُلَمُ أَنَّهُ لَا یُشُفَی ."وَهَذَا الُإِسُنَادُ صَحِیحٌ(سنن الدارقطنی، رقم الحدیث ۲۳۷۸)

عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ ,قَرَأَ (وَعَلَی الَّذِینَ یُطِیقُونَهُ فِدُیَةٌ طَعَامُ مِسُکِینٍ)یَقُولُ :هُوَ الشَّیُخُ الُکَبِیرُ الَّذِی لَا یَسُتَطِیعُ الصِّیَامَ فَیُفُطِرُ وَیُطُعِمُ عَنُ کُلِّ یَوُمٍ مِسُکِینًا نِصُفَ صَاعٍ مِنُ حِنُطَةٍ(سنن الدارقطنی، رقم الحدیث ۲۳۷۸)

[2] وَاتَّفَقَتُ هَذِهِ الُأَخُبَارُ عَلَی أَنَّ قَوُلَهُ وَعَلَی الَّذِینَ یُطِیقُونَهُ فدیة مَنُسُوخ وَخَالف فِی ذَلِک ابن عَبَّاسٍ فَذَهَبَ إِلَی أَنَّهَا مُحُکَمَةٌ لَکِنَّهَا مَخُصُوصَةٌ بِالشَّیُخِ الُکَبِیرِ وَنَحُوِهِ وَسَیَأُتِی بَیَانُ ذَلِکَ وَالُبَحُثُ فِیهِ فِی کِتَابِ التَّفُسِیرِ إِنُ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَی حَیُثُ ذَکَرَهُ الُمُصَنِّفُ مِنُ تَفُسِیرِ الُبَقَرَةِ(فتح الباری، ج۴ص۱۸۸، قَوُلُهُ بَابُ قَوُلِهِ تَعَالَی وَعَلَی الَّذِینَ یُطِیقُونَهُ فدیة طَعَام مِسُکِین)

ایک روزہ کا فدیہ جو ایک مسکین کا کھانا ہے، اُس سے دو وقت کا کھانا مراد ہے، اور اگر کوئی مسکین کو کھانا کھلانے کے بجائے، رقم فراہم کرے، تو اُسے ایک روزہ کے بدلہ میں ایک صدقۂ فطر کے برابر رقم ادا کرنی چاہئے۔

اور مسکین سے مراد ایسا غریب شخص ہے، جو زکاۃ کا مستحق ہو۔ [1]

روزہ کے فدیہ سے متعلق تفصیلی احکام ہم نے اپنی کتاب ''ماہِ رمضان کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردیئے ہیں، وہاں ملاحظہ کرلئے جائیں۔

---

[1] مقدار الفدية: ذهب المالكية والشافعية إلى أن مقدار الفدية مد عن كل يوم، وبه قال طاووس وسعيد بن جبير والثوری والأوزاعی.

وذهب الحنفية إلى أن المقدار الواجب فی هذه الفدية هو صاع من تمر، أو صاع من شعير، أو نصف صاع من حنطة، وذلک عن كل يوم يفطره، يطعم به مسكينا.

وعند الحنابلة الواجب مد بر، أو نصف صاع من تمر، أو شعير (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۲، ص ۶۷، ماده فدية)

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

حکمرانوں کے دھوکہ دہی، جھوٹ اور غلط بیانی کی مذمت

حکمران اپنی عوام ورعایا کا سرپرست، ان کا نگران، خیر خواہ اور ہمدرد اور ایک طرح سے والد کی جگہ ہوتا ہے، لہٰذا اسے اپنے ماتحتوں اور عوام ورعایا کے ساتھ دھوکہ دہی، جھوٹ اور غلط بیانی کا ارتکاب کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اسی لئے احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

عوام کو دھوکہ دینے والے حکمران کے لئے جنت حرام ہے

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:مَا مِنْ عَبْدٍ یَسْتَرْعِیْہِ اللّٰہُ رَعِیَّۃً، یَمُوْتُ یَوْمَ یَمُوْتُ وَھُوَ غَاشٌّ لِرَعِیَّتِہٖ، إِلَّا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی بندہ بھی ایسا نہیں کہ جس کو اللہ نے رعیت پر ذمہ دار (وحکمران) بنایا ہو اور وہ اس حال میں مَرے (اور فوت ہو) کہ وہ اپنی رعایا کو دھوکہ دینے والا ہو، تو اس پر اللہ جنت کو حرام کر دیتا ہے (مسلم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:مَنْ وَلِیَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئًا فَغَشَّھُمْ فَھُوَ فِی النَّارِ (المعجم الاوسط للطبرانی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی بھی معاملہ کا ولی (وحکمران) بنا، پھر اس نے ان کو دھوکہ دیا، تو وہ جہنم میں ہوگا (طبرانی)

کسی بھی معاملہ کا حکمران بننے کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی شعبہ کا حکمران بنا، مثلاً خوراک کا، تجارت

---

[1] رقم الحديث ٢٧٧ ”١٤٢“، كتاب الايمان، باب استحقاق الوالى الغاش لرعيته النار.

[2] رقم الحديث ٣٤٨١، ج٤، ص ١١.

قال المنذرى: رواه الطبرانى فى الأوسط والصغير ورواته ثقات إلا عبد الله بن ميسرة أبا ليلى (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٣٣٣٩، كتاب القضاء وغيره الترهيب من تولى السلطنة والقضاء والإمارة)

وزراعت کا، یا بجلی و پانی اور گیس وغیرہ کا، اور پھر اس نے عوام ورعایا کو دھوکہ دیا، مثلاً اس شعبہ میں خیانت وخرد برد اور کام چوری یا حرام خوری سے کام لیا، اور غلط بیانی کر کے ان کو اندھیرے میں رکھا، تو وہ جنت سے محروم اور جہنم کا مستحق ہوگا۔ [۱]

قیامت میں، عوام کو دھوکہ دینے والے حکمران کے لئے جھنڈا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ، أَلَا وَلَا غَادِرَ أَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ أَمِيْرِ عَامَّةٍ (مسلم) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر دھوکہ دینے والے کے لئے جھنڈا نصب کیا جائے گا، جو اُس کے دھوکہ کے بقدر اونچا ہوگا، یہ بات یاد رکھو کہ عوام کے حکمران سے زیادہ بڑا دھوکہ کا جھنڈا اور کسی کا نہیں ہوگا (مسلم)

کیونکہ حکمران کے دھوکہ وخیانت کا تعلق کسی ایک فرد یا ایک گھر یا ایک خاندان کے ساتھ نہیں ہوتا، بلکہ بیک وقت ہزاروں اور لاکھوں، کروڑوں افراد وعوام کے ساتھ ہوتا ہے، اس لئے قیامت کے دن عوام ورعایا کو دھوکہ دینے والے حکمران کا جھنڈا سب سے بڑا اور اونچا ہوگا، جس کو سب لوگ دیکھیں گے، اور پہچانیں گے، اور اس طرح اسے تمام عوام ورعایا کے سامنے ذلت ورسوائی اُٹھانی پڑے گی، اور عذاب الگ ہوگا۔ [۳]

---

[۱] (ما من عبد يسترعيه الله رعية) أى يفوض إليه رعاية رعية وهى بمعنى المرعية بأن ينصبه إلى القيام بمصالحهم ويعطيه زمام أمورهم والراعى الحافظ المؤتمن على ما يليه من الرعاية وهى الحفظ (يموت) خبر ما (يوم يموت) الظرف مقدم على عامله (وهو غاش) أى خائن (لرعيته) المراد يوم يموت وقت إزهاق روحه وما قبله من حالة لا تقبل فيها التوبة لأن النائب من خيانته تقصيره لا يستحق هذا الوعيد (إلا حرم الله عليه الجنة) أى إن استحل أو المراد يمنعه من دخوله مع السابقين الأولين وأفاد التحذير من غش الرعية لمن قلد شيئا من أمرهم فإذا لم ينصح فيما قلد أو أهمل فلم يقم بإقامة الحدود واستخلاص الحقوق وحماية البيضة ومجاهدة العدو وحفظ الشريعة ورد المبتدعة والخوارج فهو داخل فى هذا الوعيد الشديد المفيد لكون ذلك من أكبر الكبائر المبعدة عن الجنة وأفاد بقوله يوم يموت أن التوبة قبل حالة الموت مفيدة (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۸۰۶۴، تحت حرف الميم)

[۲] رقم الحديث ۱۷۳۸ "۱۶"، كتاب الجهاد والسير، باب تحريم الغدر.

[۳] (لكل غادر لواء عند استه يوم القيامة) بمعنى أنه يلصق به ويدنى منه دنوا لا يكون معه اشتباه لتزداد فضيحته وتتضاعف استهانته ويحتمل أن يكون عند دبره حقيقة وقال ابن العربى: يزيد الشهرة به وهى عظيمة فى النفوس كبيرة على القلوب يخلق الله عند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جھوٹ بولنے والے حکمران کے لئے وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ (مسند احمد) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ قیامت کے دن نہ کلام فرمائے گا، اور نہ اُن کی طرف (رحمت کی) نظر فرمائے گا، اور نہ ہی انہیں (گناہ سے) پاک وصاف کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، ایک بوڑھا زنا کار، دوسرے جھوٹا بادشاہ (حکمران وحاکم) تیسرے مفلس (یعنی غریب ونادار) تکبر کرنے والا (مسند احمد، مسلم)

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: اَلشَّيْخُ الزَّانِيْ، وَالْإِمَامُ الْكَذَّابُ، وَالْعَائِلُ الْمَزْهُوُّ (مسند البزار) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، ایک بوڑھا زنا کار، دوسرے جھوٹا حکمران (وحاکم) تیسرے مفلس (یعنی غریب ونادار) اِترانے والا (بزار)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وجودها من الألم فى النفوس ما شاء على قدرها وما يخلق من ذلك فى الآخرة أعظم ويزيد فى عظم اللواء حتى تكون الشهرة أشد وإنما كان عند استه لتكون الصورتان مكشوفتين الظاهرة فى الأخلاق والباطنة فى الخلق(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۷۳۲۶، تحت حرف اللام)

[۱] رقم الحديث ۱۰۲۲۷، واللفظ لهٔ؛ مسلم، رقم الحديث ۱۰۷ "۱۷۲".

فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

[۲] رقم الحديث ۲۵۲۹، ج۶، ص۴۹۳.

قال المنذرى: رواه البزار بإسناد جيد. العائل هو الفقير المزهو هو المعجب بنفسه المتكبر(الترغيب والترهيب للمنذرى، تحت رقم الحديث ۴۴۷۰، كتاب الأدب وغيره، الترغيب فى الحياء وما جاء فى فضله والترهيب من الفحش والبذاء)

حکمران وحاکم کو عام طور پر جھوٹ بولنے میں کسی کی طرف سے مؤاخذے کا ڈر نہیں ہوتا، اور اس کا عوام ورعایا سے تعلق ہوتا ہے، اس وجہ سے اس کے جھوٹ سے لاکھوں کروڑوں افراد کو دھوکہ ہوتا ہے؛ اور اسی وجہ سے حکمران وحاکم کا جھوٹ زیادہ نشر ہوتا اور پھیلتا ہے، خاص طور پر آج کے دور میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات اور جرائد ورسائل میں نہ جانے کس کس طرح نشر ہوتا ہے، اس لئے حکمران وحاکم کا جھوٹ بولنا عام آدمی کے جھوٹ بولنے کے مقابلہ میں زیادہ شدید گناہ ہے، اسی وجہ سے حاکم کے جھوٹ بولنے پر احادیث میں سخت وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ اور دھوکہ دہی وغلط بیانی سے حفاظت فرمائے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ حکمرانوں کو عوام ورعایا کے ساتھ دھوکہ دہی، غلط وکذب بیانی سے پرہیز کرنا چاہئے، جس پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔

---

[1] (وعن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(ثلاثة) أي :أشخاص (لا يكلمهم الله) أي :كلام رضا أو مطلقا (يوم القيامة) أي :وقت ظهور عدله وفضله وغضبه ورضاه (ولا يزكيهم) أي :لا يثني عليهم بخلاف سائر المؤمنين، أو لا يطهرهم من دنس الذنوب بالعفو عنهم (وفي رواية) : بدلا عما قبله أو زيادة عليه وهو الظاهر (ولا ينظر إليهم) أي :نظر لطف وعناية ورحمة ورعاية (ولهم عذاب أليم) : يحتمل أن يكون من تتمة الرواية، وأن يكون عودا إلى أصل الحديث وهو المعتمد كقوله :(شيخ زان) : لأن الزنا إذا كان قبيحا من الشاب مع كونه معذورا طبعا، فمن الشيخ المنطفء شهوته المنتفي غلمته يكون أقبح، وفي نظر العقل أسمج (وملك كذاب) أي :كثير كذب أو ذو كذب بناء على أن الصيغة للمبالغة، أو النسبة، والثاني أبلغ (وعائل مستكبر) أي :فقير متكبر، لأن كبرا مع انعدام سببه فيه من الجاه والمال يدل على كونه بالطبع ذميما في الشرع، وقيل :المراد بالعائل ذو العيال، فتكبره عن أخذ الصدقة قدر ما يسد خلته وخلة عياله لم يكن إلا لاستيلاء هذه الرذيلة عليه، بحيث يلحقه وعياله الضرر الشديد من تكبره .قال الطيبي :يعني الزنا قبيح ومن الشيخ أقبح والكذب سمج، ومن الملك أسمج، والتكبر مذموم ومن الفقير أذم اهـ.ويمكن أن يقال :المراد بالشيخ المحصن سواء يكون شابا أو لا .ولكون الزنا أقبح منه شرعا وعرفا وجب فيه الرجم كما في الآية المنسوخة :الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما ألبتة نكالا من الله والله عزيز حكيم، والمراد بالملك الغني، فإن الفقير قد يكذب لغرض فاسد من منفعة دنيوية ضرورية، والغني لا يحتاج إليه مطلقا .فالكذب منه أقبح، والمراد بالفقير الذي يتكبر على الفقراء ;لأن التكبر على المتكبرين من الأغنياء صدقة، والأظهر أن المراد به الفقير المتكبر عن الكسب والكد لنفسه وعياله مع القدرة عليه، كما هو مشاهد في أهل زماننا، ولا شك أن هذا التكبر المتضمن للرعونة والرياء والسمعة مع إضرار النفس، وارتكاب السؤال، وأخذ المال من غير وجه حلال أقبح من تكبر الأغنياء ، لا سيما إذا كان يتكلف ويتزيا بزي الأكابر، كبعض الفقهاء القائلين، بأن الحلال ما حل بنا وأن الحرام ما حرمنا، فإن العلل المركبة داء عضال يعجز عنه الحكماء وإن بلغوا مبلغ الكمال .(رواه مسلم) : وفي الجامع بلفظ " :ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم :شيخ زان، وملك كذاب، وعائل مستكبر ."(مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر، ج۸، ص ۳۱۹۰)

(نیشنل میڈیم)
تعمیرِ پاکستان سکول
اپنی نوع کا منفرد جدید تعلیمی نظام
زیرِ سرپرستی
مفتی محمد رضوان صاحب
معیاری تعلیم و تربیت
انگلش پر خصوصی توجہ
مونٹیسوری جدید ترین طریقہ تعلیم
تعلیمی اخراجات کم سے کم
سکول کا اپنا تیار کردہ مکمل نصاب
عملی غیر نصابی سرگرمیاں
کتابوں کا بوجھ کم سے کم
قرآن اور کمپیوٹر کی معیاری تعلیم
چاہ سلطان، گلی نمبر 17، نزد ادارہ غفران
راولپنڈی فون 051-5780927

مقالات ومضامین　　مفتی محمد رضوان

حکمرانی وحکومت کے عہدہ کی امانت ونزاکت

حکومت یا حکمرانی کے بارے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ عہدہ اللہ احکم الحاکمین کی طرف سے، عوام ورعایا کی امانت اور انتہائی نازک ذمہ داری ہے، جس کو اسلام میں بڑی وضاحت اور اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس کی دنیا کے کسی بھی مذہب اور قانون میں نظیر اور مثال نہیں ملتی۔

اس کی کچھ تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

حکمران کے لئے قوی، امین، حفیظ اور علیم ہونے کی صفت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِہٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ فَلَمَّا کَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ. قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (سورۃ یوسف، رقم الآیۃ ۵۴، و ۵۵)

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا کہ اس (یوسف) کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خاص کرلوں، پھر جب بادشاہ نے یوسف سے بات کی تو بادشاہ نے کہا کہ بلاشبہ آپ آج ہمارے نزدیک صاحبِ اقتدار، امانتدار ہیں، یوسف نے کہا کہ مجھے اس زمین کے خزانوں پر (وزیر وامین) مقرر کردیجئے، بے شک میں (اس عہدہ وامانت کی) اچھی طرح حفاظت کرنے والا (اس کے معاملات کو) خوب جاننے والا ہوں (سورہ یوسف)

اس سے معلوم ہوا کہ صاحبِ اقتدار وحکمران کے لئے امانت دار اور اس عہدہ وذمہ داری اور امانت کا صحیح محافظ ہونا، اور امورِ اقتدار سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ صحیح محافظ وہی ہوسکتا ہے، جو کہ قوی اور باہمت بھی ہو، اس لئے حکمران کے لئے قوی اور باہمت ہونا بھی ضروری ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ (سورۃ القصص رقم الآیۃ ۲۶)

ترجمہ: جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قوی اور امین ہو (سورہ قصص)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کام کے کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کام پر اسے قوت حاصل ہو، اور وہ امانت دار ہو۔

اور حکومت کی ذمہ داری انتہائی نازک اور بھاری امانت ہے، جس کا تعلق ملک بھر کے عوام سے ہے، اس لئے اس کام وخدمت کی انجام دہی کے لئے انسان کا قوی، اور امین ہونا بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے۔

اور حکومت کے عہدہ کے لئے یہی صفات ایسی ہیں کہ کسی بھی حکمران میں بنیادی طور پر ان کا پایا جانا ضروری ہے، یعنی اس عہدہ وذمہ داری اور امانت کے لئے قوی وحفیظ اور امین ہونا اور حکومتی اُمور سے باخبر اور واقف ہونا۔

حکمرانی یا حکومت کا عہدہ، اللہ اور عوام کی امانت ہے

احادیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے، کہ حکومت کا عہدہ اللہ کی طرف سے عوام کی اجتماعی، نازک اور اہم امانت ہے، جس کی حفاظت کے لئے قوت کا ہونا ضروری ہے۔

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ؟ قَالَ: فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِيْ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ ضَعِيْفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے عامل (یعنی کسی علاقہ کا وزیر وگورنر) نہ بناتے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مار کر فرمایا کہ اے ابوذر! آپ کمزور ہیں اور یہ (امارت وحکومت کا معاملہ اہم ونازک) امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رُسوائی اور شرمندگی ہے سوائے اس کے کہ جس نے اس کے حقوق پورے کئے اور اس بارے میں جو اس کی ذمہ داری تھی اس کو ادا کیا (مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ۱۸۲۵ "۱٦" كتاب الامارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة.

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَعْمَلَ عَامِلًا عَلٰی قَوْمٍ وَفِیْ تِلْکَ الْعِصَابَةِ مَنْ ھُوَ أَرْضَی اللّٰہ مِنْہُ فَقَدْ خَانَ اللّٰہَ وَخَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَانَ جَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ (السنة لابنِ ابی عاصم) ؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کا وزیر مقرر کیا، اور اُس جماعت میں اُس آدمی سے زیادہ اللہ کا پسندیدہ بندہ تھا، تو اس نے اللہ کے ساتھ خیانت کی، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی خیانت کی، اور تمام مسلمانوں کے ساتھ بھی خیانت کی (ابن ابی عاصم، طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کی ذمہ داری پورے ملک اور اس کے لاکھوں کروڑوں عوام بلکہ اللہ اور اس

؎ رقم الحديث ۱۴۶۲، باب قول الرسول صلى الله عليه وسلم رأيت فى النوم كأنى أنزع بدلو بكرة على قليب، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۱۲۱۶، السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۲۰۳۶۴)

قال الهيثمي: رواه الطبراني، وفيه أبو محمد الجزرى حمزة ولم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۰۷۱)

وقال البوصيرى: وقال -صلى الله عليه وسلم : -(أيما رجل استعمل رجلا على عشرة أنفس علم أن فى العشرة أفضل ممن استعمل فقد غش الله وغش رسوله وغش جماعة المسلمين، ويؤتى بالذى ضرب فوق الحد فيقول :عبدى، لم ضربت فوق ما أمرتك؟ فيقول :غضبت لك .فيقول :أكان لغضبك أن يكون أشد من غضبى؟ ويؤتى بالذى قصر فيقول :عبدى، لم قصرت؟ فيقول :رحمته .فيقول :أكانت لرحمتك أن تكون أشد من رحمتى؟ فيؤمر بها جميعًا إلى النار) . وسيأتى له شواهد فى كتاب الإمارة -إن شاء الله تعالى (اتحاف الخيرة المهرة، تحت رقم الحديث ۳۵۲۵، باب فيمن ضرب فتجاوز الحد أو قصر)

رواه الطبرانى من طريق حسين بن قيس المعروف بحنش، وهو مختلف فيه، ضعفه جماعة، ووثقه ابن نمير، وحسن له الترمذى غيرما حديث، وصحح له الحاكم، ولا يضر فى المتابعات، ومع ذلك لم ينفرد به حسين بن قيس عن عكرمة، فقد تابعه عليه يزيد بن أبى حبيب .

كما رواه الحاكم أبو عبد الله الحافظ :ثنا أبو جعفر محمد بن محمد بن عبد الله البغدادى، ثنا يحيى بن عثمان بن صالح، ثنا أبى، ثنا ابن لهيعة، عن يزيد بن أبى حبيب، عن عكرمة، عن ابن عباس، عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -حدث قال" :من استعمل عاملا من المسلمين وهو يعلم أن منهم من هو أولى بذلك منه، وأعلم بكتاب الله ولمشة نبيه؟ فقد خان الله ورسوله وجميع المسلمين ."ورواه البيهقى فى سننه عن الحاكم به.

وله شاهد من حديث أبى بكر الصديق رواه الحاكم من طريق بكر بن خنيس وصححه، وأحمد فى مسنده وفى إسناده رجل لم يسم (اتحاف الخيرة المهرة، تحت رقم الحديث ۴۸۹۴باب ترهيب من ولى شيئًا من أمور المسلمين أن يولى عليهم رجلا وفى رعيته خير منه)

کے رسول کی امانت ہے، اس لئے حکمران میں بنیادی صفت قوت وہمت کا ہونا ہے، تاکہ اس اہم ذمہ داری کو نبھانے کی قدرت ہو، اور پھر اس کے حقوق اور ذمہ داریوں کی ادائیگی امانت ودیانت کے ساتھ ضروری ہے، ورنہ یہ عہدہ قیامت کے دن ذلت، رُسوائی اور شرمندگی کا باعث ہوگا۔ [۱]

نااہل کو حکومت کا عہدہ سپرد کرنا امانت کو ضائع کرنا ہے

حکومت کا عہدہ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عوام کی اجتماعی اہم اور نازک امانت ہے، اس لئے اس عہدہ کا نااہل کو سپرد کرنا اس امانت کو ضائع کرنے میں داخل ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ (بخاری) [۲]

ترجمہ: جب امانت کو ضائع کردیا جائے، تو آپ قیامت کا انتظار کریں، انہوں نے عرض کیا

---

[۱] هذا الحديث أصل عظيم فى اجتناب الولايات لا سيما لمن كان فيه ضعف عن القيام بوظائف تلك الولاية وأما الخزى والندامة فهو فى حق من لم يكن أهلا لها أو كان أهلا ولم يعدل فيها فيخزيه الله تعالى يوم القيامة ويفضحه ويندم على ما فرط وأما من كان أهلا للولاية وعدل فيها فله فضل عظيم تظاهرت به الأحاديث الصحيحة كحديث سبعة يظلهم الله (شرح النووى على مسلم، ج۱۲، ص۲۱۰، و۲۱۱، كتاب الامارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة)

(وعن أبى ذر قال :قلت يا رسول الله :ألا تستعملنى؟) ; أى ألا تجعلنى عاملا؟ (قال) ; أى أبو ذر (فضرب بيده) ; أى ضرب لطف وشفقة، (على منكبى) وفى نسخة بالتثنية، (ثم قال يا أبا ذر إنك ضعيف) ; أى عن تحمل العمل، (وإنها) ; أى الإمارة (أمانة) يعنى ومراعاة الأمانة لكونها ثقيلة صعبة لا يخرج عن عهدتها إلا كل قوى، وفيه الإشارة إلى قوله :(إنا عرضنا الأمانة)الآية قال الطيبى :تأنيث الضمير إما باعتبار الإمارة المستفادة من قوله ألا تستعملنى، أو باعتبار تأنيث الخبر اهـ .فعلى الثانى يكون مرجع الضمير والعمل المستفاد من لفظ الاستعمال، ويؤيد الأول قوله :(وإنها) ; أى الإمارة (يوم القيامة خزى) ; أى عذاب وفضيحة للظالم ;(وندامة) ; أى تأسف وتندم على قبولها للعادل، (إلا من أخذها) استثناء منقطع ;أى خزى وندامة على من أخذها بغير حقها، لكن من أخذها بحقها (وأدى الذى عليه فيها) فإنها لا تكون خزيا ووبالا عليه، وفيه إشارة لطيفة بأنها إما أن تكون عليه، أو لا تكون عليه، وأما كونها له فلا فالأولى تركها بلا ضرورة، قال النووى :هذا الحديث أصل عظيم فى اجتناب الولاية، لا سيما لمن كان فيه ضعف عن القيام بوظائفها، والخزى والندامة فى حق من لم يكن أهلا لها، أو كان أهلا ولم يعدل فيخزيه الله يوم القيامة ويفضحه ويندم على ما فرط (مرقاة المفاتيح، ج۶ص ۲۴۰۱، كتاب الإمارة والقضاء)

[۲] رقم الحديث ۵۹، كتاب الايمان، باب من سئل علما وهو مشتغل فى حديثه، فأتم الحديث ثم أجاب السائل.

کہ امانت کو ضائع کرنا کس طرح ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب معاملہ نااہل کے حوالہ کردیا جائے، تو آپ قیامت کا انتظار کریں (بخاری)

گزشتہ حدیث سے حکومت کا امانت ہونا معلوم ہوچکا، اور مذکورہ حدیث میں امانت کے ضائع کئے جانے کو قیامت کی علامتوں ونشانیوں میں ذکر کیا گیا ہے، اور پھر امانت کو ضائع کئے جانے کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ ''جب معاملہ نااہل کے حوالہ کردیا جائے'' جس سے معلوم ہوا کہ حکومت کا معاملہ نااہل کے حوالہ کرنا سخت بُری چیز ہے، اسی لئے وہ علاماتِ قیامت میں سے ہے۔

پھر نااہل کو حکومت کا عہدہ سپرد کرنے میں صدر یا وزیر یا کسی دوسرے مجاز شخص کا کسی نااہل کو سرکاری منصب کا چھوٹا بڑا عہدہ دینا بھی داخل ہے، اور عوام کی طرف سے نااہل کو ووٹ وغیرہ کے ذریعہ سے منتخب کرنا بھی داخل ہے۔ اور نااہل ہونے میں ضعیف، بزدل، خائن وغیرہ ہونا سب داخل ہے۔ [1]

امانتوں کو اہل کی طرف سپرد کرنے کا حکم

قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا. يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (سورة النساء، رقم الآية ۵۸، ۵۹)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل لوگوں کو پہنچادو اور تم جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں نہایت اچھی نصیحت کرتا ہے، بیشک اللہ خوب سُننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول

---

[1] قال " :إذا ضيعت : "بصيغة المفعول من التضييع، وفى نسخة من الإضاعة ("الأمانة ") أى :حين جعلت الأمانة ضائعة بالخيانة، أو وضعت عند غير أرباب الديانة .... هذا فى الخليفة، وقس على هذا سائر أولى الأمر والشأن وأرباب المناصب من التدريس والفتوى والإمامة والخطابة، وأمثال ذلك مما يفتخر به الأقران .قال التوربشتى -رحمه الله :معناه أن يلى الأمر من ليس له بأهل، فيلقى له وسادة الملك وأراد بالأمر الخلافة، وما ينضم إليها من قضاء وإمارة ونحوها، والتوسيد :أخذ من الوساد، يقال :وسدته الشىء بالتخفيف فتوسده، إذا جعله تحت رأسه، ولفظة "إلى "فيها إشكال، إذ كان من حقه أن يقال :وسد الأمر لغير أهله، فلعله أتى بها ليدل على إسناد الأمر إليه اهـ (مرقاة المفاتيح ، ج۸ص ۳۴۲۹، باب اشراط الساعة)

کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں (سورہ نساء)

ان آیات سے جہاں حکمرانوں کی اطاعت کا حکم معلوم ہوا، اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ امانتوں کو ان کے اہل کو سپرد کرنا ضروری ہے، اور حکومت کا عہدہ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عوام کی بہت بڑی، اہم اور نازک اجتماعی امانت ہے، اس لئے اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ اہلیت ضروری ہے۔

اور مذکورہ آیات میں اہلیت کی ایک صفت لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا بیان کی گئی ہے۔

جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکمرانی یا حکومت کے عہدہ کے لئے اہل ہونا ضروری ہے، کیونکہ یہ بہت بڑی امانت ہے، اور اہل ہونے کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ وہ اپنے عہدہ سے متعلقہ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف والا معاملہ کرے، اور کسی کے ساتھ ظلم نہ کرے۔

اور اہل کی طرف امانت سپرد کرنے میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ کوئی حکمران دوسرے یا ذیلی حکمران کو حکومت کا کوئی عہدہ سپرد و منتقل کرے، یا کوئی کمیٹی یہ عمل کرے، اور یہ بھی داخل ہے کہ عوام بیعت اور ووٹ وغیرہ کے ذریعہ سے اہل کا انتخاب کریں۔

خلاصہ یہ کہ حکومت کا عہدہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عوام اور بندوں کی اجتماعی اور مشترکہ امانت ہے، جس کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ محافظ قوی ہو، کیونکہ ضعیف اور کمزور شخص امانت کی حفاظت نہیں کرسکتا، اسی طرح خائن بھی امانت کی حفاظت نہیں کرسکتا، اور اسی طرح جو شخص اُمورِ حکومت وسلطنت اور اس عہدہ کی ذمہ داریوں سے ناواقف اور بے خبر ہو، وہ بھی اس امانت کو صحیح طرح ادا نہیں کرسکتا، اس لئے اس کے حق میں یہ ذمہ داری وبال ہے۔ اور ایسے کسی شخص کو حکومت کا عہدہ سپرد کرنا بھی سخت و بدترین گناہ ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدہ کا اسلام سے بڑا تعلق ہے۔

حکمرانی وحکومت کے عہدہ کی اہمیت ونزاکت

حکمرانی وحکومت کا عہدہ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے، عوام اور بندوں کی امانت ہے، اور اجتماعی امانت ہونے کے ساتھ ساتھ لاکھوں کروڑوں افراد کے بے شمار مشترکہ حقوق بھی اس سے وابستہ ہیں، اس لئے اسلام میں حکومت وحکمرانی کے عہدہ کی بڑی اہمیت ونزاکت بیان کی گئی ہے، اور اس ذمہ داری وعہدہ سے ڈرایا اور خوف دلایا گیا ہے، تاکہ کوئی نااہل، خائن، اس عہدہ وذمہ داری کے لئے پیش

قدمی نہ کرے، اور اگر کوئی پیش قدمی کرے، تو وہ اس کی اہمیت ونزاکت کو سمجھ لے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :یَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَۃَ، لاَ تَسْأَلِ الإِمَارَۃَ، فَإِنَّکَ إِنْ أُعْطِیتَهَا عَنْ مَسْأَلَۃٍ وُکِّلْتَ إِلَیْهَا، وَإِنْ أُعْطِیتَهَا عَنْ غَیْرِ مَسْأَلَۃٍ أُعِنْتَ عَلَیْهَا (بخاری) [1]

ترجمہ: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! آپ امارت (وحکمرانی) کا سوال مت کرنا، کیونکہ اگر آپ کو (حکمرانی) سوال کرنے پر ملی، تو آپ اس کے سپرد کردیئے جائیں گے، اور اگر آپ کو (حکمرانی) بغیر سوال کے ملی، تو آپ کی اس پر مدد کی جائے گی (بخاری)

کیونکہ حکومت کا عہدہ انتہائی نازک ہے، اور اس نازک ذمہ داری سے بآسانی سبکدوش ہونا مشکل ہے، تاآنکہ اللہ کی مددشاملِ حال نہ ہو۔

اس لئے اسلام میں حکومت کے کسی عہدہ کا خود سے سوال ومطالبہ کرنا پسندیدہ نہیں، کیونکہ اس میں اللہ کی نصرت واعانت حاصل نہیں ہوتی، البتہ اگر کوئی عہدہ اپنی طرف سے مطالبہ وسوال کئے بغیر یا دوسروں کے مطالبہ پر حاصل ہو، تو اللہ کی مدد واعانت اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ وَلِیَ الْقَضَاءَ ، أَوْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ

---

[1] رقم الحديث ۷۱۴۶، كتاب الاحكام، باب من لم يسأل الإمارة أعانه الله عليها.

[2] (وعن عبد الرحمن بن سمرة) أى القرشى أسلم يوم الفتح وصحب النبى صلى الله عليه وسلم عداده فى أهل البصرة، ومات بها سنة إحدى وخمسين روى عنه ابن عباس والحسن وخلق سواهما (قال :قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تسأل الإمارة) بكسر الهمزة أى لا تطلب الحكومة والولاية لا من الخلق ولا من الخالق (فإنك إن أعطيتها عن مسألة) أى إعطاء صادرا عن سؤال (وكلت إليها) أى تركت إليها وخليت معها من غير إعانة لك فيها لأنك استقللت فى طلبها .وقال الطيبى :أى فوضت إلى الإمارة ولا شك أنها أمر شاق لا يقوم بها أحد بنفسه من غير معاونة من الله إلا أوقع نفسه فى ورطة خسر فيها دنياه وعقباه وإذا كان كذلك فلا يسألها اللبيب الحازم (وإن أعطيتها من غير مسألة) أى حال كونك مفوضا أمرك إلى الله ومعتقدا ألا حول ولا قوة إلا بالله (أعنت عليها) أى بالتوفيق والتثبيت والتحقيق (مرقاة المفاتيح، ج٦ ص ۲۴۰۰، كتاب الامارة والقضاء)

النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ (سنن الترمذى) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو قاضی (حکمران وحاکم) کا عہدہ دے دیا گیا، یا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا (حکمران، قاضی وحاکم) بنادیا گیا، تو وہ بغیر چُھری کے ذبح کردیا گیا (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ حکومت وقضاء کا معاملہ انتہائی نازک ہے، اسی لئے اس عہدہ کے ملنے کو بغیر چُھری کے ذبح کئے جانے سے تعبیر کیا گیا، کیونکہ اس عہدہ پر آنے کے بعد ہزاروں، لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے درمیان عدل وانصاف کا قائم رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے، قدم قدم پر حق تلفی، ظلم وستم، ناحق طرفداری اور جانب داری کے خطرات پیش آتے ہیں، اور یہ ایک طرح سے روحانی موت اور بغیر چُھری کے ذبح ہوجانا ہے۔ ؎۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهٗ قَالَ " :وَيْلٌ لِلْأُمَرَاءِ، وَيْلٌ لِلْعُرَفَاءِ، وَيْلٌ

؎۱ رقم الحديث ۱۳۲۵، ابواب الاحكام، باب ما جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى القاضى، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۰۱۸.

قال الترمذى: هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه، وقد روى أيضا من غير هذا الوجه عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبى: صحيح.

؎۲ (عن أبى هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-من جعل) بصيغة المجهول ;أى من جعله السلطان (قاضيا بين الناس فقد ذبح بغير سكين) قال الطيبى :يحتمل وجوها ;الأول :قال القاضى: يريد به القتل بغيره كالخنق والتغريق، والإحراق، والحبس عن الطعام والشراب، فإنه أصعب وأشد من القتل بالسكين ;لما فيه من مزيد التعذيب وامتداد مدته، الثانى :أن الذبح إنما يكون فى العرف بالسكين ;فعدل به إلى غيره ليعلم أن الذى أراد به ما يخاف عليه من هلاک دينه دون هلاک بدنه، قاله صاحب الجامع :قال التوربشتى :وشتان بين الذبحين فإن الذبح بالسكين عناء ساعة، والآخر عناء عمر بله ما يعقبه من الندامة يوم القيامة ;الثالث :قال الأشرف :يمكن أن يقال :المراد به أن من جعل قاضيا فينبغى أن يموت جميع دواعيه الخبيثة وشهواته الرديئة، فهو مذبوح بغير سكين، قال الطيبى رحمه الله :فعلى هذا القضاء مرغوب فيه ومحثوث عليه، وعلى الوجهين الأولين :تحذير على الحرص عليه ;وتنبيه على التوقى منه ;لما تضمن من الأخطار المردية، قال المظهر :خطر القضاة كثير وضرره عظيم ;لأنه قلما عدل القاضى بين الخصمين ; لأن النفس مائلة إلى من يحبه، أو يخدمه، أو من له منصب يتوقى جاهه، أو يخاف سلطنته، وربما يميل إلى قبول الرشوة وهو الداء العضال (مرقاة المفاتيح ، ج٦ ص ٢٤٢٦ ،باب العمل فى القضاء والخوف منه)

لِلْأُمَنَاءِ، لَيَتَمَنَّيَنَّ أَقْوَامٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَّ ذَوَائِبَهُمْ كَانَتْ مُعَلَّقَةً بِالثُّرَيَّا، يَتَذَبْذَبُونَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَلَمْ يَكُونُوا عَمِلُوا عَلَى شَيْءٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٨٦٢٧) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکمرانوں کے لئے ویل (وہلاکت) ہے، خزانچیوں کے لئے ویل ہے، امینوں کے لئے ویل ہے، بہت سے لوگ قیامت کے دن تمنا کریں گے کہ (کاش دنیا میں) ان کی پیشانیوں کے بال ثریا (ستارے) میں باندھ کران کولٹکا دیا جاتا اور وہ زمین وآسمان کے درمیان جھولتے رہتے (اور یہ سخت ترین تکلیف برداشت کرتے) لیکن ان کوکسی کام کی حکومت نہ ملتی (مسند احمد)

ویل سے مراد ہلاکت اور سخت ذلت آمیز ودردناک عذاب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حکومت یا حکمرانی کا معاملہ وعہدہ انتہائی اہمیت ونزاکت کا حامل اور قیامت کے دن سخت حسرت کا باعث ہے، خواہ وہ صدارت کا عہدہ ہو، یا کسی وزارت کا عہدہ ہو، جس میں وزیرِاعظم کے عہدہ سے لے کر وزیرِخزانہ، وزیرِبجلی وپانی اور گیس، وزیرِزراعت، وزیرِتجارت، وزیرِصحت وغیرہ کے عہدے اور تمام ذیلی سیاسی وحکومتی عہدے داخل ہیں، البتہ اگر امانت ودیانت کے ساتھ ان خدمات اور ذمہ داریوں کو ادا کیا اور نبھایا جائے، تو پھر ویل اور ہلاکت سے بچا جا سکتا ہے، جیسا کہ دوسری احادیث میں آیا ہے۔ [2]

---

[1] فی حاشية مسند احمد: إسناده حسن.

[2] (وعنه) ; أى عن أبى هريرة -رضى الله عنه -(قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -ويل للأمراء) مبتدأ وخبر، كقوله (سلام عليكم) وهو الحزن والهلاك والمشقة من العذاب، وقيل واد فى النار، وقد ورد ويل واد فى جهنم يهوى فيه الكافر أربعين خريفا قبل أن يبلغ قعره .رواه أحمد والترمذى وابن حبان والحاكم عن أبى سعيد، (وللعرفاء) جمع عريف بمعنى فاعل ;وهو القيم بأمر قبيلة، ومحلة يلى أمرهم ويتعرف الأمير منه أحوالهم، ومنهم رؤساء القرى، وأرباب الولايات، (ويل للأمناء) جمع أمين ;وهو من ائتمنه الإمام على الصدقات، والخراج وسائر أمور المسلمين، ويدل عطفه على الأمراء والعرفاء ، ويشمل بعمومه كل من ائتمنه غيره على مال، أو غيره، ومنهم وصى الأيتام، وناظر الأوقاف، (ليتمنين أقوام يوم القيامة أن نواصيهم) ; أى شعورهم قدام رء وسهم، (معلقة) ; أى فى الدنيا (بالثريا) مقصورا فى النهاية الثريا :النجم تصغير الثروى، يقال :إن خلال أنجمها الظاهرة، كواكب خفية كثيرة العدد، (يتجلجلون) بالجيمين ;أى يتحركون، (بين السماء والأرض وإنهم لم يلوا) بضم اللام المخففة ;أى لم يصيروا والين، (عملا) من أعمال العمال من الولاة والقضاة، قال الطيبى -رحمه الله :-اللام فى ليتمنين ;لام القسم،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حکومت کا آغاز، درمیان اوراختتام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الإِمَارَةِ، وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ القِيَامَةِ، فَنِعْمَ المُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الفَاطِمَةُ(بخاری) [1]

ترجمہ: عنقریب تم امارت (وحکومت) کے حریص ہوگے اور یہ عنقریب قیامت کے دن ندامت ہوگی، پس دودھ پلانے والی اچھی ہے اوردودھ چُھڑانے والی بُری ہے (بخاری)

دودھ پلانے والی سے مرادحکومت کی ابتداء ہے، اوردودھ چُھڑانے والی سے مرادحکومت کی انتہاء ہے، اور مطلب یہ ہے کہ حکومت کا آغازتو بہت اچھامحسوس ہوتا ہے، اورحکومت واقتدار کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی مراعات واختیارات کے نتیجہ میں نفسانی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے، لیکن اس کی انتہاء واختتام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والتمنى طلب ما لا يمكن حصوله للمتمنى ;قوله :إن نواصيهم معلقة بالثريا، وإنهم لم يلوا، تمنوا يوم القيامة أنهم فى الدنيا لم يلوا، وكانت نواصيهم معلقة بالثريا ;يعنى تمنوا أنه لم يحصل لهم تلك العزة والرياسة والرفعة على الناس، بل كانوا أذلاء ، ورء وسهم معلقة بنواصيهم فى أعالى تتحرك وتجلجل، ينظر إليهم سائر الناس، ويشهدون منزلتهم، وهوانهم بدل تلك الرياسة والعزة والرفعة، وذلك أن التعليق بالناصية مثل للمذلة والهوان، فإن العرب إذا أرادوا إطلاق أسير جزوا ناصيته مذلة وهوانا، وهذا التمنى هو المعنى بالندامة فى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم :(إنكم ستحرصون على الإمارة وتكون ندامة يوم القيامة) فقوله :ليتمنين أقوام كالتخصيص للعام والتقييد للمطلق، فإنه -صلى الله تعالى عليه وسلم ; -لما عمم التهديد وبالغ فى الوعيد، أراد أن يستدرك ويخرج من قام بها حق القيام، وتجنب فيه عن الظلم والحيف، واستحق به الثواب، وصار ذا حظ مما وعد به ذو سلطان عادل، قال :ليتمنين أقوام ;أى طائفة من هؤلاء ، وذلك لينبه بالمفهوم على أن طائفة أخرى حكمهم على عكس ذلك ;وهم على منابر من نور على يمين الرحمن، وإنما لم يعكس ولم يصرح بمنطوق المدح للمقسطين ;ليدل بالمفهوم على ذم الجائرين ;لأن المقام مقام التهديد والزجر عن طلب الرئاسة ;لأنها وإن كانت مهمة لا ينتظم صلاح حال الناس ومعاشهم دونها، لكنه خطر والقيام بحقوقها عسر، فلا ينبغى للعاقل أن يقتحم عليها ويميل بطبعه إليها، فإن من زلت قدمه فيها عن متن الصواب قد يندفع إلى فتنة تؤدى به إلى العذاب .(رواه فى شرح السنة ورواه أحمد وفى روايته) ; أى أحمد، (أن ذوائبهم) جمع ذائبة ;أى ظفائرهم ;(كانت معلقة بالثريا يتذبذبون) ; أى يترددون، (بين السماء والأرض) ; أى مدة عملهم ;أى جميع عمرهم فى الدنيا، (ولم يكونوا عملوا) بتشديد الميم على صيغة المجهول ;أى أعطوا عملا (على شىء) ; أى من أمور الدنيا(مرقاة المفاتيح، ج٦ص ۲۴۰۹، كتاب الامارة والقضاء)

[1] رقم الحديث ۷۱۴۸، كتاب الاحكام،باب ما يكره من الحرص على الإمارة.

یا انجام بُرا ہوتا ہے، اور انتہاء واختتام سے مراد دنیا کے اندر بھی حکومت کا اختتام ہے کہ اختتام پر حکمران قتل یا قید یا ذلیل وغیرہ ہو جاتا ہے، اور آخرت میں بھی جب اُس سے حکمرانی کے حقوق کا سوال ہوگا، تو بہت سی کوتاہیاں ثابت ہونے پر مؤاخذہ ہوگا، اس لئے بالآخر ندامت ہوگی۔ ۱؎

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَلِيْ أَمْرَ عَشَرَةٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ إِلَّا أَتَى اللّٰهَ مَغْلُوْلًا، يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَدُهٗ إِلٰى عُنُقِهٖ فَكَّهٗ بِرُّهٗ أَوْ أَوْبَقَهٗ إِثْمُهٗ أَوَّلُهَا مَلَامَةٌ، وَأَوْسَطُهَا نَدَامَةٌ وَآخِرُهَا خِزْيٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۳۰۰) ۲؎

۱؎ قوله :وستكون أى :الإمارة ندامة يوم القيامة يعنى :لمن لم يعمل فيها بما ينبغى .قوله :فنعم المرضعة وبئست الفاطمة قال الكرمانى :نعم المرضعة أى :نعم أولها وبئست الفاطمة أى :بئس آخرها، وذلك لأن معها المال والجاه واللذات الحسية والوهمية أولا، لكن آخرها القتل والعزل ومطالبات التبعات فى الآخرة . وقال الداودى :نعمت المرضعة فى الدنيا وبئست الفاطمة أى :بعد الموت لأنه يصير إلى المحاسبة على ذلك، فيصير كالذى يفطم قبل أن يستغنى فيكون ذلك هلاكه (عمدة القارى، ج۲۴، ص۲۲۷، باب من استرعى رعية فلم ينصح)

(فنعم المرضعة) الولاية فإنها تدر عليه المنافع واللذات العاجلة (وبئست الفاطمة) عند انفصاله عنها بموت أو غيره فإنها تقطع عنه تلك اللذائذ والمنافع وتبقى عليه الحسرة والتبعة وألحقت التاء فى بئست دون نعم، والحكم فيهما إذا كان فاعلهما مؤنثا جواز الإلحاق وتركه فوقع التفنن فى هذا الحديث بحسب ذلك .وقال فى المصابيح :شبه على سبيل الاستعارة ما يحصل من نفع الولاية حال ملابستها بالرضاع وشبه بالفطام انقطاع ذلك عنه عند الانفصال عنها إما بموت أو بغيره فالاستعارة فى المرضعة والفاطمة تبعية (ارشاد السارى، ج۱۰، ۲۲۲، باب ما يكره من الحرص على الإمارة)

(إنكم ستحرصون) بكسر الراء وفتحها (على الإمارة) الخلافة العظمى ونيابتها (وإنها ستكون ندامة) لمن لم يعمل فيها بما أمر به ويسلك سبيل المصطفى صلى الله عليه وسلم وخلفائه الراشدين رضى الله عنهم (وحسرة يوم القيامة) وهذا أصل فى تجنب الولايات سيما لضعيف أو غير أهل فإنه يندم إذا جوزى بالخزى يوم القيامة أما أهل عادل فأجره عظيم لكنه على خطر عظيم ومن ثم أباها الأكابر (فنعمت) الإمارة (المرضعة) أى فى الدنيا فإنها تدل على المنافع واللذات العاجلة (وبئست) الإمارة (الفاطمة) عند انفصاله عنها بموت أو غيره فإنها تقطع عنه تلك اللذائذ والمنافع وتبقى عليه الحسرة والتبعة فالمخصوص بالمدح والذم محذوف وهو الإمارة ضرب المرضعة مثلا للإمارة الموصلة صاحبها من المنافع العاجلة والفاطمة وهى التى انقطع لبنها مثلا لمفارقتها عنها بانعزال أو موت والقصد ذم الحرص عليها وكراهة طلبها (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۲۵۳۸، تحت حرف الهمزة)

۲؎ فى حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی بھی دس آدمیوں یا اس سے زیادہ کا ولی (حکمران وحاکم) بنا، تو وہ اللہ کے پاس قیامت کے دن اس حال میں طوق پہن کر آئے گا کہ جس کا ہاتھ اس کی گردن سے بندھا ہوا ہوگا، جسے اس کی نیکی (اور عدل وانصاف) ہی کھول سکے گی، ورنہ اس کے گناہ اسے ہلاک کردیں گے حکومت کا آغاز ملامت سے ہوتا ہے درمیان ندامت سے اور اختتام قیامت کے دن رُسوائی پر ہوگا (مسند احمد)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنْ شِئْتُمْ أَنْبَأْتُكُمْ عَنِ الْإِمَارَةِ وَمَا هِيَ؟ أَوَّلُهَا مَلَامَةٌ، وَثَانِيهَا نَدَامَةٌ، وثَالِثُهَا عَذَابٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ عَدَلَ(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۳۲، ج۱۸ ص ۷۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں امارت (وحکومت) کے متعلق بتلاؤں کہ یہ کیا چیز ہے؟ اس (حکومت) کا اول ملامت، دوسرا ندامت، اور تیسرا قیامت کے دن عذاب ہے، مگر اس کے لئے جو عدل (وانصاف) کرے (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ حکومت کا آغاز ملامت کے ساتھ ہوتا ہے، کہ لوگ مختلف طریقوں سے ملامت کرتے ہیں، اور طرح طرح سے شکوے شکایت کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں پھر ندامت وشرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے، اور قیامت کے دن ناانصافی اور لوگوں کی حق تلفیوں اور بے جا طرفداریوں کی وجہ سے ذلت ورُسوائی اور عذاب کا بھی سامنا ہوگا، یہ اس کی انتہاء ہے۔

البتہ جو حکمران عدل وانصاف سے کام لے، وہ بَری ہوگا۔ [1]

---

[1] (ما من رجل يلى أمر عشرة فما فوق ذلک إلا أتى الله مغلولا يده إلى عنقه فكه بره أو أوثقه اثمه) قال الطيبى :يده يحتمل أن يكون مرفوعا بمغلولا وإلى عنقه حال وعليه يكون يوم القيامة متعلقا بمغلولا ويحتمل أن يكون مبتدأ وإلى عنقه خبره والجملة إما مستأنفة أو حال بعد حال وحينئذ يوم القيامة إما ظرف لأتى وهو الأوجه أو لمغلولا (أولها) أى الإمارة (ملامة وأوسطها ندامة) إشارة إلى أن من يتصدى للولاية فالغالب كونه غرا غير مجرب للأمور فينظر إلى ملاذها فيجهد فى طلبها ثم إذا باشرها ولحقته تبعاتها واستشعر بوخامة عاقبتها ندم (وآخرها خزى يوم القيامة) لما يؤتى به من الأصفاد والأغلال ويوقف على متن الصراط فى أسوأ حال .هذا إن قلنا إن القيد يختص بالأخير من الجملة المستأنفة فإن قلنا باشتراكه تكون الثلاثة يوم القيامة. والأول هنا أولى ذكره الطيبى (حم) وكذا الطبرانى (عن أبى أمامة) الباهلى قال المنذرى :رواته ثقات إلا يزيد بن أبى مالک .قال الهيثمى :وفيه يزيد بن أبى مالک وثقه ابن حبان وغيره وبقية رجاله ثقات اه ومن ثم رمز المصنف لحسنه(فيض القدير، تحت رقم الحديث ۸۰۳۹، تحت حرف الميم)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نِعْمَ الشَّيْءُ الْإِمَارَةُ لِمَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وحَلِّهَا، وَبِئْسَ الشَّيْءُ الْإِمَارَةُ لِمَنْ أَخَذَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا فَتَكُوْنُ عَلَيْهِ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۴۸۳۱، ج۵ص۱۲۷) [1]

ترجمہ: امارت (وحکومت) اس کے لئے بہت اچھی چیز ہے، جو اس کو اس کے حق کے ساتھ حاصل کرے (یعنی اس میں حکومت کی امانت سنبھالنے کی اہلیت ہو) اور (پھر حکومت کا عہدہ سنبھالنے کے بعد) اس کی ذمہ داری کو پورا کرے، اور امارت (وحکومت) اس کے لئے بہت بُری چیز ہے، جو اس کو بغیر حق کے حاصل کرے (یعنی اس میں حکومت کی اہلیت نہ ہو) تو یہ اس پر قیامت کے دن حسرت بن جائے گی (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ نا اہل کو حکومت کا عہدہ سنبھالنا یا حکومت کے اس عہدہ کے حقوق و ذمہ داریوں کو ادا نہ کرنا اور اس امانت میں خیانت کرنا قیامت کے دن ذلت ورُسوائی اور شرمندگی کا باعث ہے۔

البتہ اگر کوئی اس عہدہ کا اہل ہے، اور اس کی ذمہ داریوں اور حقوق کو امانت و دیانت کے ساتھ ادا بھی کرے، تو قیامت کی ذلت ورُسوائی اور شرمندگی سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی عن شيخه حفص بن عمر بن الصباح الرقی وثقه ابن حبان، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۰۲۰،باب كراهة الولاية ولمن تستحب)

اقول: روی هذا الحديث ايضاً عن عطاء بن يسار مرسلا.

حدثنا إسماعيل بن جعفر ، عن شريک بن عبد الله بن أبی نمر ، عن عطاء بن يسار ، قال رجل عند رسول الله صلى الله عليه وسلم :بئس الشیء الإمارة ، فقال النبی صلى الله عليه وسلم : نعم الشیء الإمارة لمن أخذها بحلها وحقها ، وبئس الشیء الإمارة لمن أخذها بغير حقها وحلها ، تكون عليه يوم القيامة حسرة وندامة (الاموال للقاسم بن سلام، رقم الحديث ۵)

[2] (وعن أبی ذر قال :قلت يا رسول الله :ألا تستعملنی؟) ; أی ألا تجعلنی عاملا؟ (قال) ; أی أبو ذر (فضرب بيده) ; أی ضرب لطف وشفقة، (على منكبی) وفی نسخة بالتثنية، (ثم قال يا أبا ذر إنک ضعيف ;أی عن تحمل العمل، (وإنها) ; أی الإمارة (أمانة) يعنی ومراعاة الأمانة لكونها ثقيلة صعبة لا يخرج عن عهدتها إلا كل قوی، وفيه الإشارة إلى قوله :(إنا عرضنا الأمانة)الآية قال الطيبی :تأنيث الضمير إما باعتبار الإمارة المستفادة من قوله ألا تستعملنی، أو باعتبار تأنيث الخبر اهـ .فعلى الثانی يكون مرجع الضمير والعمل المستفاد من لفظ الاستعمال، ويؤيد الأول قوله :(وإنها) ; أی الإمارة (يوم القيامة خزی) ; أی عذاب وفضيحة للظالم ;(وندامة) ; أی تأسف وتندم على قبولها للعادل، (إلا من أخذها) استثناء منقطع ;

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حکمرانوں کو اللہ کی طرف رجوع اور دعاء کی تعلیم

جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ حکمرانی اور حکومت کا معاملہ انتہائی نازک اور دشوار ترین منصب ہے، اس لئے اس دشوار اور نازک ترین منصب کی انجام دہی کے لئے اللہ کی اعانت ونصرت اور مدد کی ضرورت ہے، جس کے لئے حکمران کو اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، اور حکومتی معاملات میں اللہ سے آسانی اور سہولت واعانت حاصل ہونے کی دعاء کرنی چاہیئے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ. وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ. وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ. يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ. وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِنْ أَهْلِيْ. هَارُوْنَ أَخِيْ. اشْدُدْ بِهٖ أَزْرِيْ. وَأَشْرِكْهُ فِيْ أَمْرِيْ. كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا. وَنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا. إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا. قَالَ قَدْ أُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يَا مُوْسٰى (سورة طٰہٰ، رقم الآيات ۲۵، الیٰ ۳۶)

ترجمہ: موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا سینہ کھول دیجئے، اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دیجئے، اور میری زبان کی گرہ کو بھی کھول دیجئے، تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں، اور میرے گھر والوں میں سے میرا وزیر بنا دیجئے، ہارون کو، جو میرا بھائی ہے، ان کے ذریعہ سے میری کمر کو مضبوط کر دیجئے، اور ان کو میرے کام میں شریک فرما دیجئے، تاکہ ہم خوب آپ کی پاکی بیان کریں، اور آپ کو کثرت سے یاد کریں، بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے بھالنے والا ہے۔ جواب ملا کہ اے موسیٰ! تمہاری دعاء منظور کر لی گئی (سورہ طٰہٰ)

حکومت کا کام انتہائی اہم اور نازک ہے، جس کی انجام دہی کے لئے حاکم وحکمران کو شرح صدر ہونا ضروری ہے، اور حکومت کا معاملہ انتہائی دُشوار ہے، اس لئے اس دُشوار ذمہ داری کو نبھانے کے لئے من جانبِ اللہ سہولت کی توفیق حاصل ہونا بھی ضروری ہے، اور حکمران کا تعلق چونکہ عوام ورعایا سے ہوتا ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أی خزی وندامة علی من أخذها بغير حقها، لكن من أخذها بحقها (وأدى الذى عليه فيها) فإنها لا تكون خزيا ووبالا عليه، وفيه إشارة لطيفة بأنها إما أن تكون عليه، أو لا تكون عليه، وأما كونها له فلا فالأولى تركها بلا ضرورة، قال النووی: هذا الحديث أصل عظيم فی اجتناب الولاية، لا سيما لمن كان فيه ضعف عن القيام بوظائفها، والخزى والندامة فی حق من لم يكن أهلا لها، أو كان أهلا ولم يعدل فيخزيه الله يوم القيامة ويفضحه ويندم على ما فرط، فأما من كان أهلا لها وعدل فيها؛ فله فضل عظيم تظاهرت به الأحاديث الصحيحة (مرقاة المفاتيح، ج٦، ۲۴۰۱، كتاب الإمارة والقضاء)

اس لئے اُن سے بات اور خطاب کرنے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے، تاکہ عوام اور سب لوگوں کو اعتماد میں لے کر چلا جا سکے، اس کے لئے زبان کی گرہ کا کُھلنا ضروری ہے، تاکہ عوام و رعایا اُس کے مقصود کو سمجھ سکیں، اور باہمی اعتماد پیدا ہو سکے۔

نیز حکومت کا میدان بڑا وسیع ہے، جس کے لئے خیر خواہ اور ہم راز وزیر اور مشیر کا ہونا بھی ضروری ہے، جس سے حاکم کو قوت حاصل ہوتی ہے، اور وہ حاکم کے کاموں میں ہاتھ بٹاتا ہے، پھر حکومت کے کاموں میں مشغول رہ کر عام طور پر انسان اللہ سے غافل ہو جاتا ہے، اس لئے حاکم اور وزیر کو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

اس لئے مذکورہ آیات میں مسلمان حاکم اور اس کے وزیر و مشیر کے لئے اُصولی انداز میں انتہائی جامع دعاء اور اس کے ضمن میں قیمتی ہدایات موجود ہیں، جن پر ہر حکمران کو عمل پیرا ہونا چاہئے، اس سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور شاملِ حال ہوگی، اور یہ دُشوار گزار سفر آسانی طے ہو سکے گا۔

اور اس کی بنیادی وجہ وہی ہے کہ کائنات کا اصل و حقیقی حاکم، اللہ ربُ العزت ہے، جس کو اللہ ربُ العزت کی مدد حاصل ہوگئی، پھر اس کی کامیابی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

مقالات و مضامین　　(جنت اور اس کی بہاریں: قسط ۱۰)　　مفتی محمد امجد حسین

جنت کے قرآنی مناظر

(گزشتہ سے پیوستہ)

ایک عجیب نکتہ

"لا نکلف نفساً الا وسعها" یہاں قرآن مجید نے ''جہد'' کی بجائے ''وسعۃ'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے، اس سے مفسرین نے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ چونکہ 'جہد' ایسے کام کو کہتے ہیں جو کافی محنت و مشقت سے سرانجام پائے؛ جبکہ ''وسعۃ'' ایسے کام کو کہتے ہیں جو کہ بسہولت سرانجام پائے، اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شریعت نے جو جو احکام لاگو کئے ہیں، یہ ایسے ہیں کہ ذرا سے اہتمام اور ہمت سے بسہولت انجام پا جاتے ہیں۔ بس ہمت مرداں مدد خدا، چاہئے۔

پس جہد کے بجائے وسع کا لفظ لا کر اشارہ کر دیا گیا کہ جنت تک رسائی پانا کچھ بہت مشکل کام نہیں، بلکہ ایسے اعمال پر مبنی ہے جو بالکل آسان اور آدمی کی وسعت و طاقت میں ہیں، اور بسہولت بجالائے جاسکتے ہیں۔

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ

آیت کے اس حصہ سے واضح ہوتا ہے کہ اہلِ جنت کے دلوں میں باہم جو کچھ ناراضگی اور کدورت، مخالفت وعداوت دنیا میں رہی ہوگی، جنت میں اللہ تعالیٰ ان کے سینے ان تمام آلائشوں سے پاک کر دیں گے، وہاں سب کے دل ایک دوسرے کی محبت واپنائیت کے جذبات سے مامور ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ان شاء اللہ میرا اور عثمان وطلحہ وزبیر کا معاملہ ایسا ہی ہوگا (ملاحظہ ہو تفسیرِ کبیر، مدارک وغیرہ)

کتنے ہی اہلِ ایمان، اہلِ تقویٰ، اہلِ دین ایسے ہوتے ہیں کہ دنیا میں مختلف بشری تقاضوں، تعلقات و معاملات کی وجہ سے ان میں باہم ناراضگی اور عداوت تک نوبت جا پہنچتی ہے، اور بسا اوقات مرتے دم تک یہ نفرت وعداوت کے معاملات برقرار رہتے ہیں، تو ان شاء اللہ جنت میں جب جائیں گے تو اس تمام کینہ کپٹ، بغض وعداوت سے بے میل ہو کر جائیں گے۔

جنت آنجا است کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

اہل سنت والجماعت پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین میں اگر باہم ناراضگی اور اختلاف، لڑائی اور جھگڑے کی نوبت بھی آئی تو انہوں نے ان سب کو اپنا بڑا سمجھ کر سب کا احترام ملحوظ رکھا ہے، کسی ایک فریق کے طرفدار بن کر دوسرے سے بدگمانی یا بدزبانی کو شعار نہیں بنایا۔

علی ومعاویہ، عثمان وحیدر، عائشہ وفاطمہ، ہر دو طبقے ان کے سر کے تاج ہیں۔

آخر باپ اور چچاؤں میں لڑائی وگالم گلوچ ہو جائے تو سعادت منداولاد کب ان بڑوں کے جھگڑوں میں آتی ہے، باپ، چچا، تایا سب کا درجہ بدرجہ احترام ملحوظ رکھتی ہے۔

مشاجراتِ صحابہ

مشاجراتِ صحابہ یعنی صحابہ کی باہم جنگوں کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے:

”کہ یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ نے ہماری تلواروں کو محفوظ رکھا ہے، پس ہم اپنی زبانوں کو بھی ان سے آلودہ نہ کریں“۔

ان جنگوں میں اگر کوئی فریق خطا پر بھی تھا تو یہ خطا اجتہادی تھی، جو کہ عنداللہ قابلِ مؤاخذہ تو کیا ہوتی بلکہ ازروئے حدیث مجتہد مخطی کو خطاء اجتہادی پر بھی اجر ملتا ہے، کیونکہ اس نے حق تک پہنچنے کی کوشش کی، اور جو اس کی سمجھ میں آیا اس نے وہ اختیار کیا، اور اسی کا وہ عنداللہ مسئول ومکلّف تھا، گویا کہ غلطی اس کے دماغ نے کی ہے (باوجود کوشش کے وہ صحیح نتیجہ تک نہ پہنچ سکا) دل نے نہیں کی، اس کے عمل میں بدنیتی ونفسانیت کا دخل نہیں۔ [1]

یہ اُن کا کرم، اُن کا کرم، اُن کا کرم ہے

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۴۳)

---

[1] عن عمرو بن العاص، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :إذا حكم الحاكم فاجتهد ثم أصاب فله أجران، وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر (بخاری، رقم الحدیث ، ۷۳۵۲)

یعنی اہلِ جنت، جنت میں پہنچنے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ:

الحمدللہ! اس ذات نے اپنے فضل سے ہمیں یہاں تک پہنچادیا، اس کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا تو ہم کبھی بھی یہاں نہ پہنچ سکتے (اعراف)

اہلِ حق کی، خدا پرستوں کی، اللہ اور اس کے رسول کی راہ پر چلنے والوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ حسن و خوبی، کامیابی، کمال اور حصولِ نعمت کو اپنا کارنامہ یا اپنا استحقاق نہیں سمجھتے، اللہ کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں ہر نعمت کو ہر خیر و خوبی کو۔

دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی اور عین جنت میں پہنچ کر بھی ان کی یہی ادا اس آیت سے آشکارا ہو رہی ہے؛ جبکہ خدا فراموش انسانوں کا طرزِ عمل دوسرا ہوتا ہے، کوئی کامیابی ملنے پر، کوئی چھوٹی یا بڑی خواہش پوری ہونے پر، عموماً ان کے قول یا فعل سے فخر، گھمنڈ، شیخی، اتراہٹ اور بڑے بول صادر ہوتے ہیں۔

آیت کے اسی جملے سے اہلِ سنت نے قدریہ، معتزلہ کے اس زعم اور نظریے کی تردید اور ابطال بھی کی ہے جو کہتے تھے ہدایت پانا اور ہدایت کی راہوں پر چلنا آدمی کا ذاتی فعل ہے، جس کو آدمی خود ہی پیدا کرتا ہے (اللہ افعال کا خالق نہیں) جبکہ آیت کے اس مذکورہ حصہ سے صاف نسبت ہدایت کی راہوں پر چلنے اور جنت تک پہنچنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ [1]

تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

(سورة الاعراف، رقم الآية ۴۳)

اللہ کی طرف سے اس شاہی فرمان کا فرشتہ اعلان کرے گا کہ:

اس جنت کا تمہیں وارث (مالک) بنا دیا گیا، بسبب تمہارے اعمال کے جو تم کرتے تھے (اعراف)

اس ایک ہی آیت میں جنت میں داخلے کے دونوں اسباب جمع ہیں۔

قریبی اور ظاہری سبب انسان کے اعمالِ صالحہ ہیں، اور حقیقی سبب فضل ورحمتِ خداوندی ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔

---

[1] لا یخفی ما فی هذه الآیة من الرد الواضح علی القدریة الزاعمین ان کل مهتد خلق لنفسه الهدیٰ و لم یخلق الله تعالیٰ له ذلک (روح المعانی، سورة الاعراف، تحت رقم الآیة ۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الجَنَّةَ قَالُوا :وَلاَ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ " :لاَ، وَلاَ أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ (بخار، رقم الحديث ۵۶۷۳)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، لوگوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو بھی نہیں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل ورحمت (کے دامن) میں ڈھانپ لے (ترجمہ ختم)

یہی اہل سنت کا مذہب ہے (پیچھے بھی کہیں اس کی وضاحت گزر چکی ہے)

وَنَادٰى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّار (الیٰ آخر الآیۃ)

(سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۴۴)

اہلِ جنت کی زبانوں پر یہ بول نجات پانے اور جنت کی انواع واقسام کی نعمتیں ملنے کی خوشی میں جاری ہوں گے۔

دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بڑی مراد ملنے اور مقصد پورا ہونے، خوشی اور کامیابی حاصل ہونے پر انسان کے انگ انگ سے وہ خوشی پھوٹتی اور پھیلتی نظر آتی ہے، زبان، لب ولہجہ، عمل اور طرزِ عمل سے اس کا مظاہرہ ہونے لگتا ہے۔

بندہ کے ناقص خیال میں خصوصاً اہل جہنم کے سامنے جنتیوں کا اپنی اس خوشی اور کامیابی کا اظہار اور ان اہلِ جہنم کی حالت متعلق کے ان سے استفسار کی ایک اور وجہ بھی ہے۔

وہ یہ کہ دنیا میں یہ خدا فراموش انسان جو آج جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں، ان اہلِ جنت سے کٹ حجتی اور بحث کرتے اور طرح طرح سے ان کو دق و پریشان کرتے، اپنی محفلوں و مجلسوں میں بھی اور ان اہلِ جنت سے آمنا سامنا ہونے پر بالمشافہ بھی ان کے ساتھ تمسخر، تنقید، طعن، تحقیر، تنقیص اور اعتراضات کرتے، کبھی ان کی وضع قطع پر، کبھی ان کے اخلاق پر، کبھی ان کے اعمال وافعال پر، کبھی ان کے رویہ ومزاج کے اوپر انگشت نمائی کرتے، اور اپنے آپ کو ہر طرح سے ان سے اچھا، اعلیٰ، کامیاب، سمجھدار، ترقی یافتہ، روشن

خیال، وسیع الظرف، لبرل وغیرہ قرار دیتے، اور ان اہلِ جہنم کے اس سارے منفی رویے اور طرزِ عمل میں ان کی انانیت، نفسانیت، خود پسندی، تکبر، اتراہٹ، بڑائی، غرور اور سرکشی وہٹ دھرمی کی نفسیات کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی تھیں۔

آج مومنین ان کو جتلائیں گے کہ دیکھ لو کون احمق و نادان تھا، اور کون سمجھدار و عاقبت اندیش؟ کس کے اعمال اخلاق کا اچھا اور کس کے اعمال واخلاق کا برا نتیجہ نکلا؟ بندہ کے اس خیال کی تائید درج ذیل آیات بینات سے بھی ہوتی ہے۔

(۱)...... إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ .وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ .وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ .وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ .وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ .فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ .عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ .هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ .

(سورة المطففين، رقم الآيات ۲۹ الی ۳۶)

ترجمہ: بے شک نافرمان (دنیا میں) ایمان داروں سے ہنسی کیا کرتے تھے، اور جب (یہ اہلِ ایمان) ان (نافرمانوں) کے پاس سے گزرتے تو (یہ فاسق وفاجر لوگ بطور تمسخر کے ان کے متعلق) آپس میں آنکھ سے اشارے کرتے تھے، اور جب (یہ فساق) اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاتے تو ہنستے ہوئے جاتے تھے، اور جب ان (اہلِ ایمان، دیندار لوگوں) کو دیکھتے تو کہتے بیشک یہی گمراہ ہیں (آگے اللہ جواب دے رہے ہیں اہلِ ایمان کی طرف سے) حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے، پس آج وہ لوگ جو ایمان لائے کفار سے ہنس رہے ہوں گے، تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے، آیا کافروں کو بدلہ دیا گیا ہے ان اعمال کا جو وہ کیا کرتے تھے (سورہ مطففین)

مذکورہ آخری آیات (فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا سے) خود یہ واضح ہوتا ہے کہ جنت میں پہنچنے سے پہلے میدانِ حشر میں بھی اہل ایمان، اہل جنت کے کلیجے کفار واشرار کا انجام دکھا کر ٹھنڈے کیے جائیں گے کہ یہی وہ بڑبولے ہیں جنہیں دنیا میں تمہاری خدا پرستی ہضم نہ ہوتی تھی، آج دیکھ لو ان کا انجام۔

(۲)...... وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ

الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا .وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا .قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا حَتَّى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا(سورہ مریم، رقم الآیات ۷۳ الی ۷۵)

ترجمہ: اور جب انھیں ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کافر ایمان داروں سے کہتے ہیں دونوں فریقوں میں سے کس کا مرتبہ بہتر ہے اور محفل کس کی اچھی ہے، اور ہم ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر چکے ہیں وہ سامان اور نمود میں بہتر تھے، کہہ دو جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے سو اللہ بھی اسے ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھیں گے جس کا انھیں وعدہ دیا گیا تھا یا عذاب یا قیامت تب معلوم کر لیں گے مرتبے میں کون برا ہے اور لشکر کس کا کمزور ہے(سورہ مریم)

حَتّٰیٓ اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا (سورہ جن ۲۴)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہ (عذاب) دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور اور شمار میں کم ہیں(سورہ جن)

ان سب آیات بینات سے ثابت ہوتا ہے کہ میں مذکورہ آیت:

ونادی اصحاب الجنة اصحاب النار

میں اہلِ جنت کے اہلِ جہنم کے ساتھ مکالمہ کی ایک وجہ ان اہلِ جہنم پر دنیا میں اعمالِ بد پر ان کی ہٹ دھرمی اور فخر ومباہات اور اہلِ ایمان کے ساتھ کٹ حجتی کا جواب دینا بھی ہے۔

لطیفہ: دورانِ سفر کسی گاڑی کی پشت پر لکھا دیکھا تھا ''ھن آرام ای''

اہلِ جنت کا اہلِ جہنم سے مذکورہ مکالمہ شاید اسی نوعیت کا ہوگا (یعنی ''ھن آرام ای'')

اس آیت میں گویا کہ جواب ہے فرعون وغیرہ گزشتہ قوموں کے سرکش بادشاہوں وڈیروں، چوہدریوں کی اپنے انبیاء کو دھمکیوں اور اپنی اپنی قوم کے سامنے شیخی بھگارنے کا۔

جب وہ کہتے ہیں کہ یہ مٹھی بھر شر پسند ہیں، نہتے ہیں، غریب ہیں، بے سروسامان ہیں، ہم ان کے مقابلے میں زوروالے ہیں، قوت وطاقت والے ہیں۔

(تعمیرِ پاکستان سکول کے بچوں کا ترانہ)

محمد ابراہیم (ممبر تعمیرِ پاکستان سکول منتظمہ کمیٹی)

تعمیرِ پاکستان

کام آئیں اِک دوجے کے   خدمت کریں گے سب کی
بانٹیں گے چین و راحت   عزت کریں گے سب کی
مِل کر سجائیں گے ہم، تصویرِ پاکستان   **تعمیرِ پاکستان تعمیرِ پاکستان**

پیدا کریں مہارت   ہر شعبے کو سنبھالیں
اپنے وطن کو یوں ہم   ہر مشکل سے نکالیں
محنت سے ہم سنواریں تقدیرِ پاکستان   **تعمیرِ پاکستان تعمیرِ پاکستان**

دین اور دنیا کے درجوں میں   آگے ہم بڑھیں گے
دشمن کی سازشوں سے   ہرگز نہ ہم ڈریں گے
اپنے لہو سے لکھیں، تفسیرِ پاکستان   **تعمیرِ پاکستان تعمیرِ پاکستان**

زندہ کریں گے سنت   غفلت کو چھوڑ دیں گے
پکڑیں گے حق کی رسی   باطل کو توڑ دیں گے
ہے لا اِلٰہ اِلا ھُو، تعبیرِ پاکستان   **تعمیرِ پاکستان تعمیرِ پاکستان**

اپنے وطن کی عظمت   ہر دل میں ہم بٹھائیں
اہلِ وطن کی چاہت   سینوں میں ہم بسائیں
دنیا میں یوں بڑھائیں، توقیرِ پاکستان   **تعمیرِ پاکستان تعمیرِ پاکستان**

ہم ابراہیمی لشکر   ہم حیدر کی تلوار
ہم آپس میں ہیں رحمت   ہم دشمن پر یلغار
ناممکن کر دیں گے ہم، تسخیرِ پاکستان   **تعمیرِ پاکستان تعمیرِ پاکستان**

Idara Ghufran

مقالات ومضامین　مفتی محمد رضوان

قُربِ قیامت میں قلم وکتابت کا شیوع اور موجودہ ذرائع ابلاغ

موجودہ دور میں تحریر وکتابت کی صورتیں جدید شکلوں میں بہت عام ہوگئی ہیں، جن کی احادیث میں بہت پہلے پیشین گوئی کردی گئی تھی۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمَ الْخَاصَّةِ، وَفُشُوَّ التِّجَارَةِ، حَتّٰى تُعِينَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ، وَقَطْعَ الْأَرْحَامِ، وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ، وَكِتْمَانَ شَهَادَةِ الْحَقِّ، وَظُهُوْرَ الْقَلَمِ (مسند احمد) [۱]

ترجمہ: قیامت کے قریب خاص خاص لوگوں کو ہی سلام کیا جائے گا، اور تجارت بہت پھیل جائے گی، یہاں تک کہ عورت اپنے شوہر کی تجارت میں مدد کرے گی، اور (رشتہ داروں سے) قطع رحمی (وقطع تعلقی) ہوگی، اور جھوٹی گواہی عام ہوجائے گی، اور حق بات کی گواہی کو چھپانا عام ہوجائے گا، اور قلم عام ہوجائے گا (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ قُربِ قیامت کے دور میں جہاں بہت سے فتنے رونما ہوں گے، اُن میں ایک فتنہ جھوٹی گواہی کا عام ہونا اور حق بات کی گواہی کو چھپانے کا بھی ہوگا۔

اور قلم کے عام ہونے سے مراد یہ ہے کہ کتابت اور لکھائی کی بہت سی صورتیں عام ہوجائیں گی، جیسا کہ آج کل جدید الیکٹرانک آلات وذرائع ابلاغ کے ذریعہ (اور کمپیوٹر اور دوسرے ڈیجیٹل طریقوں سے یہاں تک کہ موبائل کے ذریعہ سے) لکھائی عام ہوچکی ہے۔

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ، أَنْ يَّفِيضَ الْمَالُ وَيَكْثُرَ، وَيَظْهَرَ الْقَلَمُ، وَتَفْشُوَ التِّجَارَةُ قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: فَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَبِيعُ الْبَيْعَ فَيَقُوْلُ: حَتّٰى أَسْتَأْمِرَ تَاجِرَ بَنِيْ فُلَانٍ، وَيَلْتَمِسُ فِي الْحَيِّ الْعَظِيمِ

---

[۱] رقم الحديث ۳۸۷۰، الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۱۰۸۹.
فی حاشية مسند احمد: إسناده حسن.

الْكَاتِبَ، وَلَا يُوجَدُ (مسند أحمد) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ مال بڑھ جائے گا، اور مال کی کثرت و بہتات ہوجائے گی، اور قلم عام ہوجائے گا، اور تجارت پھیل جائے گی۔ حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خرید و فروخت کرے گا، تو وہ کہے گا کہ ذرا میں فلاں قوم کے تاجر (یا تجارتی فرم وغیرہ) سے مشورہ کرلوں، اور وہ بڑے محلے (یونین کونسل، ٹاؤن شپ وغیرہ) میں کاتب کو تلاش کرے گا، اور کاتب نہیں مل سکے گا (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَفْشُوَ الْمَالُ وَيَكْثُرَ، وَتَفْشُوَ التِّجَارَةُ، وَيَظْهَرَ الْعِلْمُ، وَيَبِيعَ الرَّجُلُ الْبَيْعَ فَيَقُولَ: لَا حَتّٰى أَسْتَأْمِرَ تَاجِرَ بَنِي فُلَانٍ، وَيُلْتَمَسَ فِي الْحَيِّ الْعَظِيمِ الْكَاتِبُ فَلَا يُوجَدُ (سنن النسائی) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب ہونے کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ مال پھیل جائے گا، اور اس کی کثرت و بہتات ہوجائے گی، اور تجارت عام ہوجائے گی، اور علم پھیل جائے گا، اور آدمی کسی سودے کی خریداری کرنے لگے گا تو رُک جائے گا کہ پہلے فلاں قوم کے تاجر ودوکاندار سے مشورہ کرلوں، اور بہت بڑی قوم (وجماعت) میں کاتب ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا (نسائی)

مطلب یہ ہے کہ مال اور تجارت اور خرید و فروخت کا نظام ایک باقاعدہ علم وفن بن جائے گا، اقتصادیات ومعاشیات کا علم آج کے نظامِ اجتماعی اور ریاستی سسٹم میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، عام ہونے کے باوجود جہالت عام ہوگی، بڑے بڑے مال دار اور تاجر لوگ علم سے بے بہرہ اور کورے ہوں گے، اور حساب کتاب سے بھی واقف نہ ہوں گے، چنانچہ آج ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو علم سے کورے ہیں، اور اُن کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہے، اور دو حروف لکھنا نہیں جانتے، اور بے شک آج کل مشینی طریقوں پر

---

[۱] رقم الحدیث ۷۸، ج ۳۹ ص ۵۱۹، بقیة حدیث عمرو بن تغلب.
فی حاشیة مسند احمد: إسناده صحیح.

[۲] رقم الحدیث ۴۴۵۶، کتاب البیوع، باب التجارة.

حساب کتاب ہو جاتا ہے، مگر مشینوں کے بغیر حساب کتاب جاننے والوں کی آج بھی کمی ہے۔
جبکہ بعض چیزوں کے لئے لکھائی کمپیوٹر یا مشین ہی کی لکھی ہوئی معتبر ہوتی ہے، اس لئے پڑھے لکھے لوگ بھی بہت سی تحریرات کے لئے اشٹام فروشوں، اور منشیوں اور فارم بھرنے والے لوگوں کی تلاش میں گھومتے پھرتے ہیں۔ [1]

احادیث میں بیان کردہ مذکورہ پیش گوئیاں آج حرف بحرف صادق آرہی ہیں، اور سچی ثابت ہورہی ہیں۔
چنانچہ موجودہ دور ذرائع ابلاغ اور میڈیا کا دور کہلاتا ہے، جس کو عربی میں ''وَسَائِلُ الْاَعْلَام'' کہا جاتا ہے۔
آج کے دور کے ذرائع ابلاغ اور میڈیا کی انواع واقسام کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک پرنٹ میڈیا (Print Media) یعنی تحریری ذرائع ابلاغ، دوسرے الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) یعنی برقی ذرائع ابلاغ، جس کو عربی زبان میں ''اَلْاِعْلَامُ الْاِلِکْتُرُوْنی'' کہا جاتا ہے۔
تحریری ذرائع ابلاغ یا پرنٹ میڈیا سے مراد اخبارات، رسائل، جرائد، ڈائجسٹ، روزناموں، ہفت روزوں اور ماہناموں وغیرہ کی تحریر وکتابت اور قلم وکاغذ کا سلسلہ ہے، جس میں عام طور سے قلم وکاغذ وغیرہ کے واسطے سے تحریر کو قدیم وجدید طریقوں پر منقش ومحفوظ کیا جاتا ہے۔
اور الیکٹرانک میڈیا میں وہ سمعی وبصری (یعنی سُنے اور دیکھے جانے والے) ذرائع ابلاغ شامل ہیں جو برقی آلات کے ذریعے لہروں کی شکل میں ہواؤں کے واسطہ سے سُنے ودیکھے جاتے ہیں، جس میں آج کل آڈیو، وڈیو، ہر قسم کے پروگرام شامل ہیں، جن کو ریڈیو، ٹی وی، نیٹ اور ڈیجیٹل مشینوں کے ذریعے سے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اور جو بات یا جو کلام زبان سے کرنا اچھا اور باعثِ اجروثواب ہے، تحریر کے ذریعہ سے بھی باعثِ اجروثواب ہے، اور جو زبان سے گناہ ہے، وہ تحریر کے ذریعہ سے بھی گناہ ہے۔
جس سے معلوم ہوا کہ زبان کا موضوع موجودہ دور کے ذرائع ابلاغ کو بھی شامل اور آج کے دور میں بڑا وسیع ہے۔

---

[1] قال أبو عمر أما قوله فی هذا الحديث وفشو القلم فإنه أراد ظهور الكتاب وكثرة الكتاب روى المبارک بن فضالة عن الحسن قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقوم الساعة حتى يرفع العلم ويفيض المال ويظهر القلم ويكثر التجار قال الحسن لقد أتى علينا زمان إنما يقال تاجر بنى فلان وكاتب بنى فلان ما يكون فى الحى إلا التاجر الواحد والكاتب الواحد قال الحسن والله إن كان الرجل ليأتى الحى العظيم فما يجد به كاتبا (التمهيد لما فى الموطأ من المعانى والأسانيد للقرطبى، ۱۷، ص۲۹۷،۲۹۸، باب العين، عبدالله بن ابى بكر ابن حزم، الحديث الخامس عشر)

مقالات ومضامین مولانا محمد ناصر

کئی افراد کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا

بعض احادیث وروایات میں لوگوں کے مجمع کو سلام کرنے کے چند اہم آداب اور احکام بیان ہوئے ہیں۔

چنانچہ حضرت زید بن اسلم (تابعی) رحمہ اللہ سے ایک لمبی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا سَلَّمَ مِنَ الْقَوْمِ وَاحِدٌ أَجْزَأَ عَنْهُمْ (موطا مالک، کتاب السلام، باب العمل فی السلام) [۱]

ترجمہ: جب قوم میں سے کسی ایک نے سلام کرلیا، تو سب قوم والوں کی طرف سے کافی ہوگیا (موطا)

اور حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے مروی ایک دوسری روایت میں مزید تفصیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إِذَا مَرَّ الْقَوْمُ بِالْقَوْمِ فَسَلَّمَ مِنْهُمْ وَاحِدٌ أَجْزَأَ عَنْهُمْ، وَإِذَا رَدَّ مِنَ الْآخَرِينَ وَاحِدٌ أَجْزَأَ عَنْهُمْ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۱۹۴۴۳، واللفظ لہٗ؛ شعب الايمان، رقم الحديث ۸۵۲۶؛ المدخل الی السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحديث ۲۴۹)

ترجمہ: جب ایک قوم دوسری قوم کے پاس سے گزرے، اور اُن میں سے کسی ایک نے سلام کرلیا، تو اُس قوم کے سب لوگوں کی طرف سے کافی ہوگیا، اور جب دوسری قوم میں سے کسی ایک نے (سلام کا) جواب دیدیا، تو اُس دوسری قوم کے سب لوگوں کی طرف سے کافی ہوگیا (عبدالرزاق، بیہقی)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يجزء عن القوم إذا مروا أن يسلم أحدهم

---

[۱] قال الحافظ ابنِ حجر: مرسل صحيح الإسناد (روضة المحدثين، تحت رقم الرواية ۴۷۵۹)

ویجزء عن القعود أن یرد أحدھم (امالی المحاملی، رقم الحدیث ۴۰۴، جزء ۱، صفحہ ۲۰۲، واللفظ لہٗ، ابوداوٗد، رقم الحدیث ۵۲۱۰، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۴۴۱)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنے والی قوم کی طرف سے کسی ایک کا سلام کرنا اُن سب کی طرف سے کافی ہے، اور بیٹھی ہوئی قوم کی طرف سے کسی ایک کا سلام کا جواب لوٹانا بھی سب کی طرف سے کافی ہے (أمالی، ابوداوٗد، ابویعلیٰ) [۱]

اس طرح کا مضمون دوسری احادیث میں بھی موجود ہے۔ [۲]

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ کئی افراد میں سے کسی ایک فرد کا سلام کرنا اُن سب افراد کی طرف سے کافی ہوجائے گا، اسی طرح کئی افراد میں سے اگر کوئی ایک فرد سلام کا جواب دیدے، تو تمام افراد پر علیحدہ علیحدہ سلام کا جواب دینا ضروری نہیں رہتا، بلکہ اُس ایک فرد کی طرف سے سلام کا جواب دینا سب افراد کی طرف سے کافی ہوجائے گا۔ [۳]

---

[۱] قال الالبانی: و للحدیث شاھد جید عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعا نحوہ ، و ھو مخرج فی "الإرواء، فھو بہ صحیح ، و أخرجہ المحاملی أیضا فی "الأمالی (السلسلة الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۱۴۱۲)

[۲] ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَنِ بْنِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ :قِيلَ :يَا رَسُولَ اللهِ الْقَوْمُ يَأْتُونَ الدَّارَ فَيَسْتَأْذِنُ وَاحِدٌ مِنْهُمْ، أَيُجْزِءُ عَنْهُمْ جَمِيعًا؟ قَالَ :نَعَمْ .قِيلَ :فَيَرُدُّ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، أَيُجْزِءُ عَنِ الْجَمِيعِ؟ قَالَ :نَعَمْ .قِيلَ :الْقَوْمُ يَمُرُّونَ فَيُسَلِّمُ وَاحِدٌ مِنْهُمْ، أَيُجْزِءُ عَنِ الْجَمِيعِ؟ قَالَ : نَعَمْ .قِيلَ :فَيَرُدُّ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، أَيُجْزِءُ عَنِ الْجَمِيعِ؟ قَالَ :نَعَمْ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۲۷۳۰)

قال الھیثمی:رواہ الطبرانی، وفیہ کثیر بن یحیی، وھو ضعیف (مجمع الزوائد، تحت حدیث نمبر ۱۲۷۵۸، باب فی الجماعة یسلم أحدھم والجماعة یرد أحدھم)

عن زید بن أسلم ، عن عطاء بن یسار ، عن أبی سعید الخدری ، رضی اللہ عنہ قال :قیل :یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، القوم یمرون یسلم رجل منھم ، یجزء ذلک عنھم ؟ قال : نعم .قال :فیرد رجل من القوم ، أیجزء ذلک عنھم ؟ قال : نعم (عمل الیوم واللیلة لابن السنی، رقم الحدیث ۲۳۳، باب صفة السلام، باب رد الواحد من الجماعة یجزء عن جمیعھم)

[۳] البتہ اگر کوئی آدمی، کسی جماعت میں موجود کسی مخصوص فرد کو سلام کرے، تو پھر اُسی مخصوص فرد پر سلام کا جواب دینا ضروری ہے، ایسی صورت میں دوسرے افراد کا اُس شخص کو سلام کا جواب دیدینا اُس مخصوص فرد کی طرف سے کافی نہیں ہوتا۔ مگر بغیر کسی معقول عذر کے کئی افراد کی موجودگی میں کسی ایک مخصوص فرد کو سلام کرنا، جس سے دوسروں کی دل آزاری ہو، مناسب نہیں ہے۔

ولکن فیہ تنبیہ نبیہ .قال المتولی :إذا لقی رجل جماعة فأراد أن یخص طائفة منھم بالسلام کرہ ;لأن القصد من السلام المؤانسة والألفة، وفی تخصیص البعض ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے، پھر اگر کسی ایک مخصوص فرد کو سلام کیا گیا، تو صرف اُسی پر سلام کا جواب دینا ضروری ہے، اور اگر اجتماعی طور پر سلام کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں تمام لوگوں میں سے کسی ایک کے سلام کا جواب دینے سے سب پر فرداً فرداً سلام کا جواب دینا ضروری نہیں رہتا۔

نیز بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی مجلس میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں طرح کے لوگ موجود ہوں، تو ایسی مجلس والوں کو سلام کرنا بھی سنت سے ثابت ہے، مگر محدثین نے فرمایا ہے کہ ایسی صورت میں مسلمانوں کو سلام کرنے کی نیت کرنی چاہیے۔

چنانچہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيْهِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۱۹۴۶۳، واللفظ لهٗ؛ بخاری، رقم الحديث ۴۵۶۶؛ مسلم، رقم الحديث ۱۱۶ "۱۷۹۸"؛ ترمذی، رقم الحديث ۲۷۰۲؛ شعب الايمان، رقم الحديث ۸۵۲۲؛ شرح معانی الآثار، رقم الحديث ۷۲۵۰)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی ایسی مجلس پر گزر ہوا، جس میں مسلمان اور یہود اور مشرکین اور بتوں کے پوجنے والے تھے، تو نبی ﷺ نے اُن کو سلام کیا (عبدالرزاق، بخاری) ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ إيحاش الباقين، وربما صار سببا للعداوة (مرقاة، كتاب الآداب، باب السلام)

وأما رد السلام فهو فرض بالإجماع فإن كان السلام على واحد كان الرد فرض عين عليه وإن كان على جماعة كان فرض كفاية فى حقهم إذا الخ (شرح النووی، تحت رقم الحديث ۲۰۶۶، ج۱۴، ص۳۲، كتاب اللباس والزينة)

وَاعْلَمْ أَنَّ ابْتِدَاءَ السَّلَامِ سُنَّةٌ وَرَدُّهُ وَاجِبٌ فَإِنْ كَانَ الْمُسَلِّمُ جَمَاعَةً فَهُوَ سُنَّةُ كِفَايَةٍ فِي حَقِّهِمْ إِذَا سَلَّمَ بَعْضُهُمْ حَصَلَتْ سُنَّةُ السَّلَامِ فِي حَقِّ جَمِيعِهِمْ فَإِنْ كَانَ الْمُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَاحِدًا تَعَيَّنَ عَلَيْهِ الرَّدُّ وَإِنْ كَانُوا جَمَاعَةً كَانَ الرَّدُّ فَرْضَ كِفَايَةٍ فِي حَقِّهِمْ فَإِذَا رَدَّ وَاحِدٌ مِنْهُمْ سَقَطَ الْحَرَجُ عَنِ الْبَاقِينَ وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَبْتَدِئَ الْجَمِيعُ بِالسَّلَامِ وَأَنْ يَرُدَّ الْجَمِيعُ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لابد أن يرد الجميع ونقل بن عَبْدِ الْبَرِّ وَغَيْرُهُ إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى أَنَّ ابْتِدَاءَ السَّلَامِ سُنَّةٌ وَأَنَّ رَدَّهُ فَرْضٌ (شرح النووی على مسلم، جزء۱۴، صفحه ۱۴۰، كِتَاب السَّلَامِ، بَاب يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ)

۱؎ قال الْفَقِيهُ أبو اللَّيْثِ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى إنْ مَرَرْتَ بِقَوْمٍ وَفِيهِمْ كُفَّارٌ فَأَنْتَ بِالْخِيَارِ إنْ شِئْتَ قُلْتَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَتُرِيدُ بِهِ الْمُسْلِمِينَ وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ السَّلَامُ على من اتَّبَعَ الْهُدَى كَذَا فى الذَّخِيرَةِ (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية، الْبَابُ السَّابِعُ فى السَّلَامِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ)

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ ربیع الاول: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ربیع الاول ۵۰۶ھ: میں حضرت ابوسعد معمر بن علی بن معمر بن ابوعمامہ بغدادی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۴۵۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۰۷ھ: میں حضرت ابوالمظفر محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن اسحاق بن محمد بن اسحاق بن حسن بن منصور اموی عنبسی معاوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۲۸۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۰۷ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد مقدسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۳۷۱، تذکرۃ الحفاظ، ج۴ ص۲۷، طبقات الحفاظ، ج۱ ص۴۵۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۰۹ھ: میں حضرت ابوعثمان اسماعیل بن محمد بن احمد بن محمد بن جعفر بن ابوسعید بن ملہ اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۳۸۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۱۴ھ: میں حضرت ابوعلی حسین بن محمد بن فیرہ بن حیون بن سکرہ صدفی اندلسی سرقسطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۳۷۸، تذکرۃ الحفاظ، ج۴ ص۳۵، طبقات الحفاظ، ج۱ ص۴۵۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۱۶ھ: میں حضرت ابوعدنان محمد بن احمد بن ابوعمر مطہر بن ابونزار محمد بن علی بن محمد بن بجیر ربعی اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۴۵۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۱۷ھ: میں حضرت ابوالمعالی عثمان بن علی بن معمر بن ابوعمامہ بغدادی بقال رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۴۵۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۱۸ھ: میں حضرت ابوطاہر عبدالواحد بن محمد بن احمد بن ہیثم اصبہانی ذہبی صباغ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۴۷۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۲۷ھ: میں حضرت ابوغالب احمد بن امام ابوعلی حسن بن احمد بن عبداللہ بن بناء بغدادی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۶۰۴)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۲۹ھ: میں شمس الملوک اسماعیل بن بوری بن طغتکین ترکی کی وفات ہوئی

(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۵۷۶)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۳۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن حمویہ بن محمد بن حمویہ جوینی صوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۵۹۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۳۰ھ: میں حضرت ابومحمد علی بن عبدالقاہر بن آسہ مراتبی فرضی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۶۱۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۳۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ یحییٰ بن ابوعلی حسن بن احمد بن بناء بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص۷)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۳۴ھ: میں حضرت ابوالفضل یحییٰ بن علی بن عبدالعزیز بن علی بن حسین قرشی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص۶۴)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۳۵ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابویعقوب یوسف بن ایوب بن یوسف بن حسین بن وہرہ ہمذانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص۶۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۳۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی بن عمر بن محمد تمیمی مازری مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص۱۰۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۳۷ھ: میں حضرت ابوطالب علی بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن علی بن عیاض بن ابی عقیل صوری دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص۱۰۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۳۷ھ : میں حضرت ابوالمعالی محمد بن قاضی ابوالمفضل یحییٰ بن علی بن عبدالعزیز قرشی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص۱۳۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۳۸ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن قاسم بن مظفر بن شہرزوری موصلی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص۱۳۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۳۹ھ: میں حضرت ابوالبدر ابراہیم بن محمد بن منصور بن عمر بغدادی کرخی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص۶۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۴۰ھ: میں حضرت ابوسعد احمد بن محمد بن احمد بن حسن بن علی بن احمد بن سلیمان بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص۱۲۲، تذکرۃ الحفاظ، ج۴ ص۵۵، طبقات الحفاظ، ج۱ ص۴۶۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۴۲ھ: میں حضرت ابوالفتح نصر اللہ بن محمد بن عبدالقوی مصیصی لاذقی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص ۱۱۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۴۳ھ: میں حضرت ابوالحجاج یوسف بن دوناس مغربی مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص ۲۱۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۴۴ھ: میں ابوبکر احمد بن محمد بن حسین ارجانی شافعی کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص ۲۱۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۴۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم نصر بن احمد بن مقاتل بن مطکو دسوسی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص ۲۴۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۴۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسین بن علی بن محمد بن عبداللہ بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص ۲۵۷)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۴۹ھ: میں حضرت ابوالفتح حمزہ بن محمد بن بحسول ہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص ۲۵۰)

علم کے مینار   مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

صحابیات علمِ حدیث کے میدان میں

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا [۱] نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے احادیث روایت کی ہیں، اور آپ سے روایت کرنے والوں میں آپ کے دونوں صاحبزادے، نوجوانانِ جنت کے سردار حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما، اور حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت انس بن مالک، حضرت سلمٰی ام رافع ہیں۔

نیز آپ کی پوتی حضرت فاطمہ بنتِ حسین بن علی بھی آپ سے بالواسطہ (مرسلاً) روایت کرنے والی ہیں (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۱۲)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا [۲] مکی دور کے ابتداء میں مسلمان ہوئیں، آپ سے پہلے صرف سترہ آدمی اسلام میں آئے تھے، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آپ کے شوہر ہیں، جو مشہور عشرہ مبشرہ صحابی ہیں، احادیث میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بڑے فضائل اللہ کے رسول نے بیان فرمائے ہیں۔

---

[۱] آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ہجرت کے ایک سال بعد آئیں، آپ کی یہ اولادیں ہیں: حضراتِ حسنین، حضرت محسن، حضرت ام کلثوم کبریٰ، حضرت زینب کبریٰ رضی اللہ عنہم، آپ رضی اللہ عنہ رحلتِ نبوی کے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

[۲] آپ کا لقب ''ذات النطاقین'' ہے کہ آپ کمر پر دو دوپٹکے باندھ کر اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتیں، خصوصاً ہجرت کے موقع پر غارِ حرا میں جب اللہ کے نبی اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ مشرکینِ مکہ سے روپوش رہے، تو یہ آپ ہی تھیں، جو راتوں کو چھپ چھپ کر ان کی خدمت میں کھانا وغیرہ لے جاتیں، اور باہر کے حالات سے ان کو باخبر کرتیں، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عروہ بن زبیر آپ ہی کے صاحبزادے ہیں، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجاز میں اپنی خلافت قائم کی تھی، جس پر یزید نے چڑھائی کی، اور بیت اللہ کے تقدس کو پامال کیا، پھر یزید کے بعد عبدالملک بن مروان کے منہ چڑھے گورنر اور امت مسلمہ کے مشہور جابر، گورنر عراقین حجاج بن یوسف نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا، اور بیت اللہ پر گولہ باری کی، اور آپ کو شہید کر کے آپ کی لاش مبارک سولی پر لٹکائی، یہ حضرت اسماء کے انتہائی بڑھاپے کا دور تھا، بیٹے کا یہ ابتلا اور مشکل حالات اس جی دار خاتون نے اپنی آنکھوں سے دیکھے، لیکن مجال کیا ہے، جبین استقامت پر شکن بھی ابھری ہو، بلکہ عبداللہ بن زبیر کی سولی پہ جھولتی ہوئی لاش کے پاس سے ایک دفعہ گزر ہوا تو یہ مشہور تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ ''یہ شہسوار ابھی گھوڑے سے اترا نہیں''؟

آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ نے سو سال کی عمر پائی، ۷۳ھ میں فوت ہوئیں، آخر وقت تک ہوش و حواس، عقل و سمجھ اور نظر صحیح سلامت رہی۔

حضرت اسماء رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کرتی ہیں، کئی احادیث ان کے ذریعہ امت تک پہنچی ہیں، ان سے احادیث روایت کرنے والے درج ذیل حضرات ہیں:

دونوں صاحبزادے عبداللہ اور عروہ بن زبیر، بھتیجے عبداللہ بن عروہ بن زبیر، بھتیجی فاطمہ بنت منذر بن زبیر، عباد بن حمزۃ بن عبداللہ بن زبیر، عباد بن عبداللہ بن زبیر، مولیٰ عبداللہ بن کیسان، صفیہ بنتِ شیبہ، عبداللہ بن عباس، وہب بن کیسان، عبداللہ بن ابی ملیکہ (اور کچھ اور حضرات بھی) (تہذیب التہذیب ذیل مادہ)

حضرت امِ عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا [۱] کی نبی علیہ السلام سے براہِ راست روایات بھی کتبِ احادیث میں منقول ہیں، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

جبکہ ان سے احادیث کی روایت کرنے والوں میں حضرت انس بن مالک، خوابوں کی تعبیر کے معروف امام، جلیل القدر تابعی حضرت محمد بن سیرین، حفصہ بنت سیرین، عبدالملک بن عمیر، اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن عطیہ اور علی بن اقمر جیسے اکابر صحابہ و تابعین اور مشاہیر شامل ہیں۔

امِ شریک انصاریہ رضی اللہ عنہا

حضرت امِ شریک رضی اللہ عنہا [۲] نبی علیہ السلام سے براہِ راست روایت کرتی ہیں، ان سے جابر بن عبداللہ، سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، شہر بن خوشب روایت حدیث کرتے ہیں۔

فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا

فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا [۳] نے نبی علیہ السلام سے احادیث روایت کی ہیں، جبکہ ان سے روایت

---

[۱] ام عطیہ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے، بعضوں نے حارث انصاریہ آپ کا نام ذکر کیا ہے، رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوات میں شریک رہیں، زخمیوں اور مریضوں کی مرہم پٹی اور علاج کرتی تھیں۔ الاستیعاب میں ابن عبداللہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ''کانت من کبار الصحابیۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین'' کہ صحابہ میں ان کا مقام ومرتبہ بہت بلند تھا۔ غسل میت کے بارے میں ان کی حدیث پر امت کا عمل ہے، فقہاء نے اس کو لیا ہے، صحابہ و تابعین غسلِ میت کا طریقہ ان سے معلوم کرتے تھے، نبی علیہ السلام کی ایک صاحبزادی کے انتقال پر ان کو غسل دینے میں یہ شامل تھیں، نبی علیہ السلام کی ہدایات کے مطابق غسل دیا گیا (تہذیب التہذیب ج ۱۶)

[۲] ان کا نام غزیہ یا غذیلہ ہے، غذیلہ بنت دودان انصاریہ، ان کے احوال میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

[۳] آپ ضحاک بن قیس کی بڑی بہن ہیں، ابتدائی دور میں اسلام لائیں، ہجرت مدینہ میں شامل تھیں، دینی علوم میں مثالی فہم اور بصیرت رکھتی تھیں، ابن عبدالبر رحمہ اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”و کانت ذات جمال و عقل و کمال و فی بیتھا اجتمع اصحاب الشوریٰ عند قتل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ“ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کرنے والوں میں قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق (مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں) ابوبکر بن ابوجہم، سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، اسود بن یزید، سلیمان بن یسار، امام عامر شعبی، عبدالرحمٰن بن عاصم بن ثابت، اوران کے مولیٰ ہیں۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ یہ مذکورہ حضرات طبقہ تابعین میں کتنا بڑا مقام رکھتے ہیں، ان میں سے ایک ایک اپنے وقت کا امام اور فقیہ تھا۔

حضرت عاتکہ بن زید رضی اللہ عنہا

عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل قرشیہ عدویہ رضی اللہ عنہا، عشرہ مبشرہ میں شامل جلیل القدر صحابی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی ہیں، پہلا نکاح آپ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے ہوا تھا، غزوہ طائف میں ان کی شہادت کے بعد زید بن خطاب کے نکاح میں آئیں، جنگِ یمامہ میں ان کی شہادت ہوئی، تو تیسرا نکاح آپ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا، ان کے ساتھ شادی کے موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کا خاص اہتمام کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (عشرہ مبشرہ صحابی) سے آپ کا نکاح ہوا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کے لئے نکاح کا پیغام آیا، تو آپ نے عذر کیا، اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتی کہ آپ بھی شہید ہوں (کیونکہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کا جس جس سے نکاح ہوا ان کی شہادت ہوتی رہی) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے میراث سے آپ کو (صلح کی صورت میں) اسّی ہزار درہم ملے (بیوہ کو اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ شوہر کی میراث سے ملتا ہے، اور ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو وہ آٹھواں حصہ ان سب بیویوں میں برابر تقسیم ہوتا ہے، گویا کہ حضرات زبیر رضی اللہ عنہ کی میراث کے آٹھویں حصے کا بھی یہ اسی ہزار درہم محض ایک حصہ تھے، باقی بیویوں کو بھی کم از کم اسّی اسّی ہزار درہم ملے ہوں گے) [1]

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

نام برکہ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی ہیں، جو باپ کی طرف سے ورثہ میں آپ کو ملی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حسن و جمال اور عقل و کمال دونوں میں بڑا حصہ رکھتی تھیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقعہ پر انہی کے مکان پر اصحابِ شوریٰ جمع ہوئے تھے (اور آئندہ کے حالات پر مشورہ کیا تھا)

[1] ان کے مفصل حالات ابن عبدالبر کی ''استیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' ج ۲، حافظ بن حجر کی ''الاصابۃ''، ابن سعد کی ''طبقات'' ج ۸ اور ''اسد الغابۃ ج ۵ میں مذکور ہیں۔

ان کو آزاد فرمادیا تھا، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی پرورش میں بھی آپ کا حصہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ آپ کو ماں کہتے تھے، آپ کا پہلا نکاح حضرت عبید بن زید سے ہوا تھا، جو غزوہ حنین میں شہید ہوئے، پھر آپ کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا، حضرت اسامہ بن زید ان ہی کے بطن سے ہیں، حضرت ام ایمن غزوہ احد اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شامل تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں، اور غازیوں کو پانی پلاتی تھیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں حضرت عمر سے فرماتے کہ:

''آؤ! امِ ایمن کی زیارت کو چلیں، جیسا کہ اللہ کے رسول ان کے ہاں جاتے ہوتے تھے''

حضرت ام ایمن نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کی ہیں، اور ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حسن بن عبداللہ صنعانی، ابویزید مدنی وغیرہ نے روایت کی ہے، خلافتِ عثمانی کے شروع زمانے میں آپ کا انتقال ہوا۔ [1]

ان کے علاوہ حضرت حولاء بنت اسدیہ جو عہد رسالت میں زہد وعبادت میں اپنی مثال آپ تھیں، اور ان کی روایت کردہ احادیث، بخاری ومسلم، موطاء میں مختلف الفاظ سے منقول ہیں، حضرت زینب بنت ابوسلمہ جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی (پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ) سے بیٹی تھیں۔

فقیہہ عالمہ فاضلہ تھیں، اور مدینہ کے فقہاء میں یہ ممتاز مرتبہ رکھتی تھیں، اللہ کے رسول ﷺ سے براہِ راست بھی اور ام المومنین کی سند سے بھی روایت کرتی ہیں۔ ۷۳ھ میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا

مشہور ومعروف فقیہہ، عابدہ فاضلہ صحابیہ ہیں، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور صاحبِ کمال صحابی کی زوجۂ مطہرہ ہیں۔

ابن عبدالبر کا تبصرہ الاستیعاب میں ان کے بارے میں بایں الفاظ ہے کہ:

''و کانت من فضلاء النساء، عقلائھن وذوات الرای منھن مع العبادة والنسک'' (۲/۷۹۲)

وہ عبادت ومناسک میں ممتاز ہونے کے ساتھ ساتھ طبقہ خواتین میں عاقلہ، فاضلہ، اور صاحب رائے واجتہاد تھیں۔

---

[1] طبقاتِ ابن سعد اور تہذیب التہذیب میں آپ کے مفصل احوال ہیں۔

حضرت لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ رضی اللہ عنہا

حدیث میں ان کی مشہور روایت حضرت ام کلثوم رسول اللہ کی صاحبزادی کے انتقال پر ان کے غسل وکفن دینے کے متعلق ہے کہ یہ غسل وکفن میں شریک تھیں، اور رسول اللہ ﷺ اپنی نگرانی میں کفن کے کپڑے ایک ایک کر کے ان کو دے رہے تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں داؤد بن عاصم بن عروہ بن مسعود ثقفی ہیں (تہذیب التہذیب)

حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا

ابتدائی زمانے میں اسلام لائیں تھیں، اپنے شوہر ابو حذیفہ کے ساتھ ہجرتِ حبشہ میں شامل تھیں، حضرت سالم جو نبی علیہ السلام کی ہجرت مدینہ سے پہلے قبا کی مسجد میں وہاں ہجرت کر کے پہنچنے والے صحابہ کی امامت کرتے تھے (اور یہ مسجد قبا اسلام کی اولین مساجد میں سے ہے) یہ سالم سہلہ کے شوہر ابو حذیفہ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے، اسی وجہ سے انہیں سالم مولیٰ ابو حذیفہ کہا جاتا ہے۔

حضرت غامدیہ ازدیہ رضی اللہ عنہا

حضرت غامدیہ ازدیہ رضی اللہ عنہا (قبیلہ ازد کی شاخ بنی غامد سے تھیں) صحیح مسلم میں ان کے رجم کئے جانے کا واقعہ ہے، اللہ کے رسول نے ان کا جنازہ پڑھایا تھا، اور ان کے بارے میں یہ تاریخی الفاظ نطق رسالت سے صادر ہوئے تھے کہ: **لقد تابت توبة لو تابها صاحب مکس لغفرله** (تجريد للذهبی)

طبقہ صحابیات کی یہ وہ ممتاز خواتین ہیں، جو علم وفضل، زہد وریاضت، فقہ وفتاویٰ اور روایت حدیث میں سر برآوردہ ہیں۔

تذکرۂ اولیاء مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

مقامِ ولایت تک رسائی کتنی آسان ہے؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا، ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ، فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ :هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ :لاَ، فَقَتَلَهُ، فَجَعَلَ يَسْأَلُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ :ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا، فَأَدْرَكَهُ المَوْتُ، فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلاَئِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلاَئِكَةُ العَذَابِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي، وَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي، وَقَالَ :قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا، فَوُجِدَ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ، فَغُفِرَ لَهُ "(بخاری، رقم الحدیث ۳۴۷۰)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کوقتل کردیا تھا پھراس کی بابت مسئلہ دریافت کرنے کو نکلا پہلے ایک درویش کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا (میری) توبہ قبول ہے؟ درویش نے کہا نہیں اس نے اس درویش کو بھی قتل کردیا اس کے بعد پھر وہ یہ مسئلہ پوچھنے کی جستجو میں لگا رہا۔ کسی نے کہا فلاں بستی میں ایک عالم ہے ان کے پاس جا کر پوچھ لو (چنانچہ وہ چل پڑا لیکن راستہ ہی میں) اس کو موت آ گئی (مرتے وقت اس نے اپنا سینہ) اس بستی کی طرف بڑھا دیا (جہاں جا کر وہ مسئلہ دریافت کرنا چاہتا تھا) رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں اس کے بارہ میں باہم تکرار ہوئی (رحمت کے فرشتے کہتے کہ اس کی روح کو ہم لے جائیں گے کیونکہ یہ توبہ کا پختہ ارادہ رکھتا تھا عذاب کے فرشتے کہتے کہ اس کی روح کو ہم لے جائیں گے کیونکہ یہ سخت گنہگار تھا اسی اثناء میں اللہ نے اس بستی کو (جہاں جا کر وہ توبہ کرنا چاہتا تھا) یہ حکم دیا کہ اے بستی (اس سے) نزدیک ہو جا اور اس بستی کو (جہاں اس نے گناہ کا ارتکاب کیا تھا) یہ حکم دیا کہ تو دور ہو جا

اور (فرشتوں کو حکم دیا کہ) دونوں بستیوں کی مسافت ناپو (دیکھو یہ مردہ کس بستی کے قریب ہے چنانچہ) وہ مردہ اس بستی سے (جہاں وہ توبہ کرنے جارہا تھا) بالشت بھر نزدیک تھا اللہ نے اسے بخش دیا (ترجمہ ختم)

یہ حدیث مشہور ومعروف ہے، مفہوم بھی اس کا واضح ہے، البتہ اس میں کچھ قابلِ ذکر وقابلِ قدر باریک نکتے پائے جاتے ہیں، جن کو ہم ذکر کرتے ہیں۔ [۱]

---

[۱] (وعن أبی سعید الخدری، قال :قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم :-(کان فی بنی إسرائیل رجل) أی :منهم أو من غیرهم (قتل تسعة وتسعین إنسانا) أی :ظلما (ثم خرج) أی :من بینهم بعد یأسه منهم مترددا (یسأل) أی :یستفتی الناس عن قبول توبته (فأتی راهبا) أی :عابدا زاهدا معتزلا عن الخلق مقبلا علی الحق غالبا علیه الخوف .قال :ومن لازمه عندهم أن یکون عالما (فسأله، فقال) أی :القاتل (أله) أی :لهذا الفعل أو لهذا الفاعل، وقال ابن حجر فقال له :أی :بعد أن قص القصة غیر مسندها لنفسه بأن قال :ما تقول فی رجل قتل إلخ .أله أی القاتل المذکور (توبة؟) أی :صحیحة .قیل :لیس فی البخاری الهمزة .وذکر الشیخ أن قوله :له توبة حذف منه أداة الاستفهام، وفیه تجرید لأن حق القیاس أن یقول :ألی توبة؟ وروی هل لی توبة؟ وفی نسخة کما فی نسخة المصابیح :ألی توبة؟ (قال) أی :الراهب فی جوابه (لا) أی :لا توبة له، أو لک ;إما جهلا منه بعلم التوبة، وإما لغلبة الخشیة علیه، وإما لتصور عدم إمکان إرضاء خصومه عنه. (فقتله) : لعله لکونه أوهمه أنه لا یقبل التوبة منها وإن رضی مستحقوها .قال الطیبی :فیه إشکال لأنا إن قلنا: لا، فقد خالفنا نصوصا، أو نعم خالفنا أیضا أصل الشرع، فإن حقوق بنی آدم لا تسقط بالتوبة، بل توبتها أداؤها إلی مستحقیها أو الاستحلال منها .فالجواب :إن الله تعالی إذا رضی عنه وقبل توبته یرضی خصمه. (وجعل) أی :شرع (یسأل فقال له رجل :ائت قریة کذا) : باسمها (وکذا) : بوصفها أی :القریة الفلانیة التی أهلها صلحاء وتب إلی الله، فإن الله یقبل التوبة عن عباده فقصد تلک القریة .(فأدرکه الموت) أی: أماراته وسکراته، فالفاء عطف علی محذوف أی :فقصدها وسار نحوها وقرب من وسط طریقها (فناء) أی: نهض ومال (بصدره) : لأن المدار علیه فی الاستقبال فجعله (نحوها) أی :نحو القریة الفلانیة (فاختصمت) أی :تخاصمت (فیه ملائکة الرحمة وملائکة العذاب) : یعنی :قالت ملائکة الرحمة :نحن نذهب به إلی الرحمة لأنه تائب لتوجهه إلی هذه القریة للتوبة، وقالت ملائکة العذاب :نحن نذهب به إلی العذاب لأنه قتل مائة نفس ولم یتب بعد .(فأوحی الله) أی :ألهم (إلی هذه) أی القریة التی توجه إلیها للتوبة وأمرها (أن تقربی) : بفتح التاء ، ویحتمل أن تکون مفسرة لما فی الوحی من معنی القول أی :تقربی إلی المیت (وإلی هذه) أی :القریة التی هاجر منها .قاله الطیبی :أو القریة التی قتل فیها الراهب وهو الظاهر، (أن تباعدی) : بفتح التاء أی :عن المیت، فهذا فضل فی صورة عدل، وفیه إیماء إلی أن نیة المؤمن خیر من عمله، ومن قال هی إشارة إلی الملائکة فقد خالف الروایة والدرایة .(فقال) أی :الله کما فی نسخة (قیسوا) : الخطاب للملائکة المتخاصمین أی قدروا (ما بینهما) أی :بین القریتین، فإلی أی قریة أقرب فإلحاقه بأهلها أوجب. (فوجد) أی :المیت المتنازع فیه (إلی هذه) أی :القریة التی توجه إلیها، وهی قریة الصالحین (أقرب بشبر فغفر له) : دل علی سعة رحمة الله تعالی لطالب التوبة، فضلا عن التائب، رزقنا الله تعالی توبة نصوحا .قال الطیبی :إذا رضی الله عن عبده أرضی عنه خصومه، ورد مظالمه، ففی الحدیث ترغیب فی التوبة، ومنع الناس عن الیأس .(متفق علیه)(مرقاة المفاتیح، ج۴ص ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، باب الاستغفار والتوبة)

(۱)......اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے

مقولہ مشہور ہے کہ: رحمت حق بہانہ می جوید بہا، نہ می جوید

کہ اللہ کی رحمت بہانے ڈھونڈتی ہے، بہا یعنی قیمت اور بدل وعوض نہیں چاہتی۔

حدیث میں مذکور واقعہ اس کی پوری پوری نظیر ہے کہ کیسے گناہ پر ندامت ہونے اور اللہ کے عذاب کا خوف پیدا ہونے اور توبہ کا ارادہ کرنے پر اللہ کی رحمت نے ایک عادی مجرم اور بہت بڑے قاتل کو ہاتھوں ہاتھ لیا، قرآن مجید میں رحمتِ خداوندی کی وسعت جا بجا مذکور ہے، مثلاً:

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ (سورة الزمر، رقم الآية ۵۳)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دے گا بیشک وہ بخشنے والا رحم والا ہے (ترجمہ ختم)

کَتَبَ رَبُّکُمۡ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ (سورة الانعام، رقم الآية ۵۴)

ترجمہ: تمہارے رب نے اپنے ذمہ رحمت لازم کی ہے (ترجمہ ختم)

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ رَحۡمَتِیۡ سَبَقَتۡ غَضَبِیۡ (بخاری، رقم الحديث ۷۴۵۳)

ترجمہ: بے شک میری رحمت میرے غصہ پر سبقت کرنے والی ہے (ترجمہ ختم)

(۲)......توبہ کے ثمرات

توبہ کے اخروی ثمرات میں سے مغفرت ونجات کا عطا ہونا اور اللہ پاک کی خوشنودی ورضامندی کا حاصل ہونا ہے، مذکورہ واقعہ میں توبہ کا ارادہ کر کے اس کے مقتضیات پر عمل کے لئے چل پڑنے پر ہی یہ ثمرات مذکورہ اس قاتل شخص کو حاصل ہو گئے، توبہ کے دنیوی ثمرات بھی کچھ کم نہیں، جیسے سورہ نوح کی آیات میں بعض دنیوی ثمرات مذکور ہیں۔ [۱]

---

[۱] قرآن مجید کی سورہ نوح میں ارشاد ہے کہ:
اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا وَّیُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِیۡنَ وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًا (سورہ نوح، آیت ۱۰ تا ۱۲)
ترجمہ: تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دیگا اور تمہارے لئے باغات بنادے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری فرمادے گا (ترجمہ ختم)

(۳)......توبہ کی اصل، دل کی ندامت وپشیمانی ہے

توبہ کی اصل، گناہ پر ندامت وپشیمانی ہے، دل میں ندامت وپشیمانی پیدا ہوکر گناہ سے الگ ہوگیا، تو توبہ کا مقصد حاصل ہوگیا، توبہ کے زبان سے الفاظ وکلمات کہنا توبہ کی ظاہری صورت ہے، اگر توبہ کے صرف الفاظ یعنی ظاہری صورت ہی صورت ہو، دل میں انابت وندامت یا گناہ سے مراجعت نہ ہو، تو اس توبہ سے کچھ بھی حاصل نہیں، یہ محض جسد بلا روح ہے، کسی شاعر کے بقول اس توبہ کا حال یہ ہوتا ہے:

توبہ کی پھر توبہ کی، پھر کر کے توبہ توڑ دی   اس میری توبہ پہ توبہ بھی، توبہ توبہ کہہ اٹھی

نیز ایک اور بلانوش شاعر کے بقول:

توبہ میری جام شکن، جام میرا توبہ شکن   مرے اردگرد ڈھیر ہے ٹوٹے ہوئے پیمانوں کا

(اصحابِ ذوق جانتے ہیں کہ ''ٹوٹے ہوئے پیمانوں'' کے ذومعنیٰ الفاظ نے اس شعر کی لطافت کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا)

نیز:

سبحہ برکف، توبہ برلب، دل پُر ز ذوقِ گناہ   معصیت را خندہ می آید بر استغفارِ ما

(۴)......توبہ سے درجۂ ولایت عطا ہوتا ہے

نبوت کا دروازہ اگرچہ بند ہے، لیکن ولایت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، ہر زمانے میں بہتیرے اہلِ ایمان درجہ ولایت پر فائز ہوتے ہیں، توبہ کر کے پچھلے گناہوں کا حساب بے باق کر کے مومن درجہ ولایت پر فائز ہوجاتا ہے، اب آئندہ گناہ نہ کر کے اس درجۂ ولایت کو وہ برقرار رکھ سکتا ہے۔ مذکورہ واقعہ میں اس قاتل شخص کے لئے زمین کا سمٹنا اور سکڑنا شرعی اصطلاح میں کرامت کہلاتا ہے، اور کرامت اولیاء کے لئے اللہ کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ شخص توبہ کا پختہ ارادہ کر کے درجہ ولایت پر فائز ہوگیا تھا۔ حدیثِ قدسی میں جو یہ مضمون آیا ہے کہ بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے، تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، وہ چل کر آتا ہے، تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں، یہ واقعہ اس حدیثِ قدسی کا ثبوت ہے۔ [1]

---

[1] عن أبي هريرة رضى الله عنه، قال :قال النبى صلى الله عليه وسلم " :يقول الله تعالى :أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه إذا ذكرني، فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملإ ذكرته في ملإ خير منهم، وإن تقرب إلي بشبر تقربت إليه ذراعا، وإن تقرب إلي ذراعا تقربت إليه باعا، وإن أتاني يمشي أتيته هرولة "(بخاری، رقم الحديث ۷۴۰۵)

(۵)......فرشتے بھی اجتہاد کرتے ہیں

اس حدیث کی بعض اسناد میں یہ بھی آیا ہے کہ جب ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب میں اس بندے کی بابت اختلاف ہوا کہ کون اس کی روح کو لے جائے گا، تو اس اختلاف کا فیصلہ بھی کسی اور فرشتے نے آ کر کیا کہ تم لوگ دونوں طرف کی زمین ناپو، اگر یہ گناہوں والی زمین جہاں سے یہ آیا ہے کے قریب ہوا، تو عذاب والے فرشتے اس کی روح لے کر عذاب میں مبتلا کریں گے، اور اگر گناہوں والی بستی سے دور ہو چکا ہو، اور توبہ والی زمین کے قریب ہو چکا ہو، تو تائب سمجھا جائے گا (التائب من الذنب کمن لا ذنب له) اور رحمت والے فرشتے روح لے جائیں۔ اس سے بعض اکابر اہلِ علم نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ حسبِ ضرورت فرشتے حکمِ ربانی میں اجتہاد واستنباط کر کے، غور وفکر کر کے بھی (اصل وعلت سے فرع وجزئی نکال کر) کسی نو پیش آمدہ صورتِ حال میں منشائے ربانی اخذ کرتے ہیں، گویا کہ مکلفینِ شرع (انسان وجن) کی طرح ملائکہ ''مدبراتُ الامر'' (یعنی جو کائنات کا نظام چلانے پر مامور ہیں) بھی اپنے تکوینی فرائض کی بجا آوری میں بعض اوقات نصوص سے قیاس کے ذریعے حکم اخذ کرتے ہیں (غالباً حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے کسی رسالہ میں یہ نکتہ اس حدیث سے اخذ کیا ہے، فقط واللہ اعلم)

(۶)......رحمتِ خداوندی اور قانونِ خداوندی

ایک اللہ کی رحمت ہے، اس کی وسعت کا تو یہ عالم ہے کہ گناہ گار سے گناہ گار شخص کو (جبکہ اس میں ایمان ہو) بخش دیں، کوئی سزا نہ دیں، سو سو سال کے کافر، مشرک، باغی کو موت (نزع کا عالم شروع ہونے) سے کچھ ہی وقت پہلے ایمان کی توفیق دے دیں، اور ایمان سے اس کے سو سالہ کفر ونافرمانی کو بالکل معاف کر کے [1] پاک صاف حالت میں (کیونکہ پچھلے گناہ معاف ہو گئے، اور نیا کوئی گناہ نہیں کیا کہ موت آ گئی) داخلِ جنت کر دیں۔ [2]

---

[1] کیونکہ ایمان سے زمانہ کفر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، عباد کے حقوقِ مالیہ وغیرہ البتہ مستثنیٰ ہیں، مثلاً کسی سے قرض لیا تھا، اور دبا لیا تھا، اور وہ صاحب موجود ہیں، اس نے معاف نہیں کیا، تو دینا پڑے گا۔

[2] اس باب میں ایک مثال ''اسود راعی'' کی ہے، جو یہودیوں کا چرواہا تھا، اور غزوہ خیبر کے موقع پر مسلمان ہو گیا تھا، اور اسی وقت معرکہ کارزار گرم ہونے پر چند گھنٹوں میں شہید بھی ہو گیا، نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کے لاشے پر حوروں کا ہجوم ہو رہا ہے، اسی طرح جنگ احد میں ایک صاحب کا واقعہ ہے کہ وہ عین جنگ کے وقت مسلمان ہوئے اور اسی معرکہ میں شہید ہو گئے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بطور پہیلی کے ان صاحب کے بارے میں صحابہ سے پوچھتے تھے کہ ایسا شخص بتائیں، جس نے کوئی ایک نماز بھی نہیں پڑھی، اور جنت میں پہنچ گیا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ سعدی رحمہ اللہ کیا خوب فرماتے ہیں کہ:

خداوندِ بخشندہ دستگیر　　کریم خطا بخش و پوزش پذیر

ترجمہ: مالک ہے، بخشنے والا ہے، مددگار ہے، سخی ہے، خطا معاف کرنے والا ہے، عذر قبول کرنے والا ہے۔

عزیزے کہ ہر کز درش سر بتافت　　بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

ترجمہ: ایسی باعزت ذات ہے کہ جس کسی نے اس کے در سے منہ موڑا، تو جس در پر بھی وہ جائے گا، کوئی عزت نہ پائے گا۔

نہ گردن کشاں را بگیرد بفور　　نہ عذر آوراں را براند بجور

ترجمہ: متکبروں، سرکشوں کو فوراً نہیں پکڑتا، نہ عذر و معافی چاہنے والوں کو بے لحاظی کر کے بھگاتا ہے

وگر خشم گیرد بکردارِ زشت　　چوں باز آمدی ماجرا در نوشت

ترجمہ: اگر برے کام سے ناراض ہوتا ہے، تو پھر جب تو باز آجاتا ہے، سب گزشتہ معاف کر دیتا ہے۔

اگر با پدر جنگ جوید کسے　　پدر بے گماں خشم گیرد بسے

ترجمہ: اگر کوئی اپنے باپ کے ساتھ لڑائی مول لیتا ہے، تو یقیناً باپ سخت ناراض ہوتا ہے

وگر خویش نہ باشد ز خویش　　چو بیگانگانش براند ز پیش

ترجمہ: اگر ایک رشتہ دار دوسرے سے ناراض ہو جائے، تو اجنبی اور بے گانہ بن کر اس کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

ولیکن خداوند بالا و پست　　بہ عصیاں در رزق بر کس نہ بست

ترجمہ: لیکن زمین و آسمان کا جو خدا ہے، نافرمانی کی وجہ سے کسی کی روزی بند نہیں کرتا

لطیف کرم گستر کارساز　　کہ دارائے خلق است و دانائے راز

ترجمہ: مہربان ہے، کرم فرما ہے، کام بنانے والا ہے، مخلوق کا نگہبان ہے، سب رازوں کو جاننے والا ہے۔

یہ تو اللہ کی رحمت کا عالم ہے، دوسری چیز اللہ کا قانون ہے کہ اللہ نے ہر امت کے لئے ایمان و اعمالِ صالحہ کا ایک پورا منشور و دستور عطا فرمایا ہے، اسی دستور کے مطابق اللہ تعالیٰ افراد و اقوام، ملتوں اور معاشروں کے ساتھ دنیاوی عروج و زوال کا بھی اور اخروی کامیابی و ناکامی کا بھی معاملہ اور فیصلہ فرماتے ہیں، اللہ کو عام حالات میں اپنے قانون اور منشور کی اتنی اہمیت ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ بھی اسی کے تحت معاملات فرمائے ہیں، اور انبیاء سے زیادہ کون اللہ کے قانون کا احترام کرنے والا ہو سکتا ہے۔

حضرت نوح کے بیٹے، حضرت ابراہیم کے والد، رسولِ عربی کے چچا کو باوجود ان انبیاء کی خواہش کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وروی أبو داود والحاكم من طريق محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة كان عمرو يأبى الإسلام لأجل ربا كان له في الجاهلية فلما كان يوم أحد قال أين قومي قالوا بأحد فأخذ سيفه ولحقهم فلما رأوه قالوا إليك عنا قال إني قد أسلمت فقاتل حتى جرح فجاءه سعد بن معاذ فقال خرجت غضبا لله ولرسوله ثم مات فدخل الجنة وما صلى صلاة (فتح الباري لابنِ حجر، ج٦ ص ٢٥، باب عمل صالح قبل القتال)

ایمان واعمالِ صالحہ پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے معافی سے الگ رکھا۔

سو قتل کے اس واقعہ میں بھی آپ دیکھ لیں کہ پہلے ظاہراً قانون کے مطابق بخشش کا ایک سبب پیدا کیا کہ زمین کی پیائش کی جائے، یہ دراصل قانون ہی کی رعایت تھی، اور باطناً رحمت کا معاملہ یوں کیا کہ زمین کو حکم دیا کہ وہ ایک طرف سے سکڑ جائے، اور دوسری طرف سے پھیل جائے، تا کہ بخشش کا ظاہری سبب وجود میں آجائے، اور فرشتے اس ظاہری سبب کے مطابق معاملہ کریں۔

اس طرح قانون کا احترام بھی ملحوظ رہا، اور رحمت کے تقاضے بھی پورے ہوگئے۔

Idara Ghufran

اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا افضل عبادت ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِیْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ) (ترمذی، رقم الحديث ۳۲۴۷؛ ابوداؤد)

ترجمہ: دعا ہی عبادت ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ هُوَ الدُّعَاءُ، وَقَرَأَ: (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ، إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ) (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۸۰۵)

ترجمہ: دعا ہی افضل عبادت ہے، پھر یہ آیت پڑھی کہ تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

(ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

دعا کے قبول ہونے کے یقین کے ساتھ دعا کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اُدْعُوا اللّٰہَ وَأَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْإِجَابَۃِ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاہٍ (ترمذی، رقم الحدیث ۳۴۷۹، واللفظ لہٗ؛ المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۵۱۰۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا کی قبولیت کے یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، اور جان لو! کہ اللہ تعالیٰ غفلت میں مبتلا (اور دوسری چیز میں) مشغول دل کی دعا قبول نہیں فرماتے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : مَنْ سَرَّہٗ أَنْ یَسْتَجِیْبَ اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْکُرَبِ فَلْیُکْثِرِ الدُّعَاءَ فِی الرَّخَاءِ (ترمذی، رقم الحدیث ۳۳۸۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ مشکلات اور غموں میں اللہ تعالیٰ اُس کی دعا قبول فرمائیں، تو اُسے چاہئے کہ صحت (وعافیت کے زمانے) میں کثرت سے دعا کیا کرے (ترجمہ ختم)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا کا درجہ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إِنَّ رَبَّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى حَيِيٌّ كَرِيمٌ، يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ، أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا (ابوداؤد، رقم الحديث ۱۴۸۸؛ ابنِ حبان، رقم الحديث ۸۷۶)

ترجمہ: تمہارا رب تبارک وتعالیٰ انتہائی حیا والے اور کریم ہیں، جب بندہ (دعا کے لئے) اس کی طرف اپنے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ان ہاتھوں کے خالی واپس کرنے سے حیاء آتی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الدُّعَاءِ (ترمذی، رقم الحديث ۳۳۷۰؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۸۲۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی چیز دعا سے زیادہ مکرّم (اور معزز) نہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ، وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ الْعَافِيَةَ (ترمذی، رقم الحديث ۳۵۴۸)

ترجمہ: تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کُھل گیا، اُس کے لئے رحمت کے دروازے کُھل گئے، اور اللہ تعالیٰ کو عافیت کی دعا سے زیادہ کوئی دعا محبوب نہیں۔

دعاء نازل شدہ اور نازل ہونے والی بلاؤں میں نفع دیتی ہے

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ
(ترمذی، رقم الحديث ۳۵۴۸، واللفظ لهٗ؛ مستدرک حاکم)

ترجمہ: بے شک دعا نازل شدہ مصیبت میں بھی فائدہ دیتی ہے، اور اُس مصیبت میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئی، لہٰذا اللہ کے بندو! دعا کو ضرور اختیار کرو (ترجمہ ختم)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ (ترمذی، رقم الحديث ۲۱۳۹، واللفظ لهٗ؛ معجم كبير طبرانی، رقم الحديث ۶۱۲۸؛ شرح مشكل الآثار)

ترجمہ: دعاء قضاء کو ٹلا دیتی ہے، اور عمر میں زیادتی صلہ رحمی کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا يُغْنِيْ حَذَرٌ مِّنْ قَدَرٍ، وَالدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ، وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، وَإِنَّ الْبَلَاءَ لَيَنْزِلُ فَيَتَلَقَّاهُ الدُّعَاءُ فَيَعْتَلِجَانِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (مستدرک حاکم)

ترجمہ: تقدیر کو کوئی چیز نہیں ٹلا سکتی، اور دعا نازل شدہ مصیبت میں بھی فائدہ دیتی ہے، اور اُس مصیبت میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئی، اور (کبھی) بلاء نازل ہوتی ہے، اور (دوسری طرف سے) دعا پہنچ کر اس سے ملتی ہے، اور دونوں میں قیامت تک کشتی ہوتی رہتی ہے (ترجمہ ختم)

پیارے بچو! مولانا محمد ناصر

ہنر کی دولت

کسی جزیرے میں ایک امیر آدمی رہتا تھا، جسے شکار کا بہت شوق تھا، مگر شکار کو جاتے ہوئے راستے میں ایک جگہ کسی غریب ٹوپیاں بنانے والے آدمی کی زمین تھی، اس زمین میں بہت ساری جھاڑیاں اور کانٹے اُگے ہوئے تھے، اس زمین کے کانٹوں کی وجہ سے امیر آدمی کو وہاں سے گزرنے میں تکلیف ہوتی تھی، ایک دن امیر نے اپنے نوکروں کے ذریعہ اُس غریب کو بُلوایا، اور کہا کہ تم یہ زمین ہمیں دے دو، غریب نے جواب دیا کہ حضور! میرا تو گزرا اسی زمین سے ہوتا ہے، میں اس زمین کو بیچ نہیں سکتا، اس پر امیر آدمی ناراض ہو گیا، پہلے تو اس نے اپنے نوکروں سے کہا کہ غریب کی خوب پٹائی لگاؤ، پھر اس زمین میں آگ لگا دو۔

غریب آدمی روتا ہوا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔

بادشاہ ایک نیک اور رحم دل آدمی تھا، اُس نے امیر کو بلا کر پوچھا کہ تم نے غریب آدمی پر ظلم کیوں کیا ہے؟

اُس نے جواب دیا کہ اس نے میرا حکم پورا نہیں کیا تھا۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ تم نے دولت کے غرور میں ایک غریب آدمی پر ظلم کیا، اور اُسے نقصان پہنچایا ہے، حالانکہ تمہارے دادا بھی ایک غریب آدمی تھے، تم اپنے والد کی محنت اور کمائی سے مغرور ہو گئے ہو، میرے نزدیک یہ غریب آدمی تمہارے سے بہتر ہے، اس لئے کہ یہ اپنی محنت سے روزی کماتا ہے، اور اس کے پاس ہُنر ہے۔

امیر آدمی نے کہا کہ بادشاہ سلامت میرے پاس بہت دولت ہے، اور جس کے پاس دولت ہوتی ہے، اُسی کی عزت بھی ہوتی ہے، غریب آدمی کو کون پوچھتا ہے؟

بادشاہ نے امیر آدمی کو سمجھانے کے لئے یہ حکم جاری کر دیا کہ امیر اور غریب ٹوپیاں بنانے والے دونوں کو ایک مہینے کے لئے دُور کسی جنگل میں چھوڑ دیا جائے، بادشاہ کے اس حکم کی وجہ سے بادشاہ کے سپاہیوں نے ان دونوں کو بہت دُور ایک جنگل میں پہنچا دیا، جہاں جنگلی آدمی رہتے تھے، جنگلیوں نے ان دونوں کو دیکھ کر پہلے تو انہیں مارنا چاہا، مگر ٹوپیاں بنانے والے نے جنگلی لوگوں کو اشاروں کے ذریعے سے سمجھایا کہ میں تمہاری خدمت کروں گا، ساتھ ہی اُس غریب آدمی نے جھاڑیوں سے ایک ٹوپی بنا کر جنگلی اور وحشی لوگوں

کو دِکھائی، وہ بہت خوش ہوئے، جنگلی لوگ اس ٹوپی کو تاج سمجھ کر پہننے لگے، اوراس طرح اُس غریب آدمی کی جان جنگلی لوگوں سے بچ گئی۔

لیکن امیر آدمی کے پاس کیونکہ کوئی ہُنر نہیں تھا، اس لئے جنگلی لوگوں نے اُس کی خوب پٹائی لگائی۔

اسی طرح کچھ دن گزر گئے، اورامیر آدمی کی روزانہ پٹائی ہونے لگی، ایک دن امیر آدمی نے غریب کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ بھائی! مجھے بھی ٹوپیاں بنانا سکھادو، تاکہ میری جان بچ جائے، ایک مہینے بعد جب ہم واپس اپنے شہر میں جائیں گے، تو میں تمہیں اپنی آدھی جائیداد دے دوں گا، ورنہ تو میں اسی جنگل میں ان جنگلی لوگوں کے ہاتھوں مارا جاؤں گا۔

غریب نے اُس امیر کو ٹوپیاں بنانا سکھادیں، اوراس طرح وہ دونوں جنگلی لوگوں کی خدمت کرنے لگے۔

جب ایک مہینہ گزر گیا، تو بادشاہ کے سپاہی جنگل میں آئے، اوران دونوں کو جنگل سے شہر لے گئے، اور بادشاہ کے سامنے حاضر کردیا۔

بادشاہ نے ان دونوں سے ایک مہینے کی کہانی سُنی، اور پھر امیر سے کہا کہ دولت کا حاصل ہوجانا کمال نہیں، بلکہ ہاتھ میں کسی ہُنر کا ہونا کمال ہے، جس آدمی کے پاس کوئی ہُنر اور فن ہوتا ہے، وہ زندگی میں کسی موڑ پر بھی ناکام نہیں ہوتا۔　ع　کسبِ کمال کن تا عزیزِ جہاں شوی

بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام

نفل وسنت نمازوں کے فضائل واحکام

سنت اور نفل نمازوں کے فضائل، سنت اور نفل نمازوں کے احکام

پانچوں نمازوں کے ساتھ سنت اور نفل نمازوں کے مختلف فضائل وفوائد اور احکام

نمازِ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، صلاۃ التسبیح، نمازِ گرہن، نمازِ استسقاء، صلاۃ التوبۃ، صلاۃ الحاجت، نمازِ سفر، نمازِ استخارہ، نمازِ احرام، نمازِ طواف، سجدۂ شکر، سجدۂ تلاوت اور نمازِ نذر وغیرہ کے تفصیلی فضائل واحکام اور نفل وسنت نمازوں سے متعلق کئی نادر مسائل کا مجموعہ

مستند احادیث، روایات وآثار، اور فقہی مراجع وماخذ اور حوالوں کے ساتھ

مصنّف: مفتی محمد رضوان

بزمِ خواتین　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　مفتی محمد یونس

توبہ کی بنیاد

معزز خواتین! انسان خطا کا پتلا ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کوئی انسان گناہوں سے معصوم نہیں، غلطی، قصور، خطا اور گناہ کا ہو جانا انسان سے بعید نہیں، بلکہ عمداً نافرمانی کرنا بھی بشریت کے منافی نہیں ہے، انسان بعض اوقات جانتے بوجھتے ہوئے بھی گناہ کر بیٹھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی انسان ضائع کرتا ہے، اور بندوں کے حقوق میں بھی اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے۔

جب یہ بات ہے کہ خطا اور لغزش انسان کے خمیر میں شامل ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ انسان سے گناہ کرانے کے لئے اندر کا دشمن (نفس) اور باہر کا دشمن (شیطان) بھی زور لگاتے ہیں، تو گناہ تو انسان سے ہوتا ہی ہے، اب اصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ انسان کو غلطی، جرم اور گناہ کے بعد کیا کرنا چاہیے؟ قرآن وسنت کی تعلیمات سے اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ انسان کو اس غلطی، جرم اور گناہ پر اصرار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ جلد از جلد اس سے باز آ کر اپنی اصلاح کر لینی چاہیے، چنانچہ قرآن مجید میں ایک جگہ متقی اور پرہیزگار لوگوں کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ایک خوبی یہ ارشاد فرمائی ہے کہ وہ اپنے برے کام پر اصرار نہیں کرتے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (سورة آل عمران، رقم الآية ۱۳۵)

ترجمہ: ایسے لوگ (ہیں) کہ جب کوئی ایسا کار کر گزرتے ہیں، جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو یا (کوئی گناہ کر کے خاص) اپنی ذات کا نقصان کرتے ہیں، (فوراً) اللہ تعالیٰ (کی عظمت اور عذاب) کو یاد کر لیتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں (یعنی اس طریقہ سے جو معافی کے لئے مقرر ہے کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں ان اہل حقوق سے بھی معاف کرائے اور خاص اپنی ذات کے متعلق گناہ میں اس کی حاجت نہیں، اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں میں مشترک ہے) اور واقعی اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا

ہو (رہا اہلِ حقوق کا معاف کرنا، سو وہ لوگ اس کا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بھی بچالیں، اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے) اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار (اور ہٹ) نہیں کرتے، اور وہ (ان باتوں کو) جانتے بھی ہیں (فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضرور ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفار ہے، مطلب یہ کہ اعمال کی بھی درستی کر لیتے ہیں، اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں) (ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ گناہ ہو جانے یا کر لینے کے بعد گناہ پر اصرار نہ کرنا؛ بلکہ اس سے باز آ جانا اور اسے چھوڑ دینا متقی لوگوں کی خوبی ہے۔

اور یہی گناہ سے باز آ جانا اور اسے چھوڑ دینا توبہ کی بنیاد ہے، جب انسان اپنی غلطی، اپنی خطا، اپنے جرم اور اپنے گناہ کو دل سے مان لے اور اس بات کا صدقِ دل سے اعتراف کر لے کہ ہاں مجھ سے مالکِ کائنات کی نافرمانی ہوئی ہے، تو پھر توبہ کا راستہ کھل گیا، اور جب تک انسان اپنے گناہ و جرم کا اقرار ہی نہ کرے، بلکہ الٹا اس کو صحیح سمجھے اور اپنے آپ کو بے گناہ خیال کرے، تو پھر توبہ کی توفیق ہونا مشکل ہے۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام اور ابلیس کے واقعہ سے یہی سبق حاصل ہوتا ہے، لغزش حضرت آدم علیہ السلام سے بھی ہوئی کہ جنت میں جس درخت کے پاس جانے سے منع کیا گیا تھا اس کا پھل کھا بیٹھے اور ابلیس نے بھی غلطی کی کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو سجدہ کرنے کے حکم سے انکار کیا، مگر حضرت آدم علیہ السلام نے لغزش کے بعد اپنی اس خطا کا اعتراف کر لیا، اور باری تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کہ:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۲۳)

ترجمہ: اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اور اگر تو ہمیں نہ بخشے گا، اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے (سورہ اعراف)

اور ابلیس نے جرم کیا، اور پھر اعترافِ جرم کی بجائے اپنے گناہ کو صحیح بتلانے لگا کہ مجھے تو کرنا ہی یہی چاہئے تھا، العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ کے حکم کو ہی خلافِ مصلحت بتلانے لگا کہ انا خیر منہ کہ میں تو اس (یعنی آدم علیہ السلام) سے بہتر ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا طرزِ عمل اعترافِ خطا تھا، جس کے نتیجے میں انہیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت نصیب ہوئی، اور ابلیس کا طرزِ عمل اصرار علی الخطا (یعنی اپنی غلطی پر اڑ جانا) تھا،

جس کے نتیجے میں ابدی لعنت اس کے حصے میں آئی، اس لئے ہمیں بشر ہونے کے ناطے ابوالبشر کے طرزِ عمل پر چلنا چاہئے، نہ کہ ابلیس ملعون کے طرزِ عمل پر۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ:

فَاسْتَغْفِرِی اللّٰهَ وَتُوبِی إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ، ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (بخاری، رقم الحدیث ۲۶۶۱)

ترجمہ: پس تم (اے عائشہ) اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو، اور اس کی طرف رجوع کرو، پس بے شک بندہ جب اعتراف کرے، پھر توبہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس پر عنایت فرماتا ہے (بخاری)

اور مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ:

فَاسْتَغْفِرِی اللّٰهَ وَتُوبِی إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبٍ، ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (مسلم، رقم الحدیث ۲۷۷۰ "۵۶")

ترجمہ: پس تم (اے عائشہ) اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو، اور اس کی طرف رجوع کرو، پس بے شک بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرلے، پھر توبہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس پر عنایت فرماتا ہے (مسلم)

تشریح...... اس حدیث کو مشکوٰۃ سے نقل فرما کر اس کی تشریح میں حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اعترافِ گناہ بڑی چیز ہے، اور درحقیقت اعتراف ہی کے بعد توبہ کی توفیق ہوتی ہے، جو لوگ گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے یا گناہ کر کے یہ نہیں مانتے کہ ہم نے گناہ کیا ہے، وہ توبہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، شیطان ملعون نے اللہ جلّ شانہٗ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے سوال فرمایا کہ:

مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۲)

ترجمہ: تونے سجدہ نہیں کیا، اس سے تجھے کس چیز نے روکا، جبکہ میں نے تجھے حکم دیا (سورہ اعراف)

تو اس پر کٹ حجتی کرنے لگا اور کہنے لگا کہ:

أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا (سورۃ الاسراء، رقم الآیۃ ۶۱)

ترجمہ: کیا میں اس کو سجدہ کروں، جس کو آپ نے مٹی سے پیدا فرمایا (سورہ اسراء)

یہ مردود اللہ پاک کے حکم ہی کو غلط بتانے لگا، بہت سے لوگ جن پر شیطان غالب ہے، گناہ کرتے ہیں، مگر یہ نہیں مانتے کہ ہم نے گناہ کیا ہے، بعض تو ایسی مجبوری کا عذر کرتے ہیں، جو شرعاً معتبر نہیں ہوتی، بعض ایسے جرأت کرنے والے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہی کو خلافِ عقل قرار دیتے ہیں، اور بعض لوگ طرح طرح کی علتیں ڈھونڈ کر گناہ کو حدِ جواز میں لانے کی سعی بے جا کرتے ہیں، ایسے لوگ بھلا گناہ کے اقراری کیسے ہو سکتے ہیں، جب گناہ کا اقرار نہیں تو توبہ کیسے نصیب ہوگی، یہ شیطان کی بہت بڑی کامیابی ہے کہ گناہ کرائے اور گناہ کا اقرار نہ کرنے دے، اور حیلے بہانے بتا کر توبہ سے باز رکھے، جب بلا توبہ کسی کو موت آجائے تو شیطان کے گھی کے چراغ جل جاتے ہیں، اور وہ خوشی میں پھولا نہیں سماتا کہ چلو اس آدمی کا توناس کھو دیا، بنی آدم کا عذاب میں مبتلا ہونا شیطان کے لئے بہت بڑی خوشی کا ذریعہ ہے۔

بہت سے لوگ سُود کھاتے ہیں مگر اس کو پیسہ کی تجارت کا نام دے کے نفس کو دھوکہ دے دیتے ہیں، ٹخنہ سے نیچا کپڑا پہنتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم تکبر سے نہیں پہنتے (حالانکہ اونچا پہننے کو خلافِ شان سمجھتے ہیں، یہ تکبر نہیں تو کیا ہے) بعض لوگ ڈاڑھی مونڈتے ہیں، اور گناہ کا اقرار کرنے کے بجائے کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عرب کے رواج کے مطابق ڈاڑھی رکھ لی تھی، آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں ہوتے تو ڈاڑھی مونڈتے، العیاذ باللہ کیسی جاہلانہ تاویلات ہیں، کچھ لوگ شراب پیتے ہیں، لیکن اس کا نام دوسرا رکھ لیتے ہیں، اور بہت سے لوگ رشوت لیتے ہیں، مگر اس کو ہدیہ کے نام سے تعبیر کر لیتے ہیں، یہ سب نفس و شیطان کے حیلے ہیں، یہ آخرت کے مواخذہ سے نہیں بچا سکتے۔ انسان گناہ کرے، اور گناہ کا اقراری ہو تو توبہ کی توفیق بھی ہو سکتی ہے، لیکن جو منہ زوری کرتا ہو اور گناہ کو حلال سمجھتا ہو، اور گناہ سے روکنے والوں پر پھبتیاں کستا ہو، ان کو بیوقوف بناتا ہو وہ بھلا توبہ کے قریب کیسے پھٹک سکتا ہے؟ سچے مومن وہ ہیں جو گناہ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، اور گناہ ہو جائے تو بارگاہِ خداوندی میں گناہ کا اقرار کر لیتے ہیں، اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ واللہ الموفق والمعین (فضائل توبہ و استغفار، ص ۵۷ تا ۵۹)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی، اور توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کے دینی مسائل کا حل　ادارہ

مجبوری کے وقت جھوٹ کا حکم

جھوٹ بولنا عام حالات میں حرام ہے، لیکن جب کوئی اضطراری اور مجبوری کی حالت ہو، تو اس میں جھوٹ بولنے کا کیا حکم ہے؟ اس میں معاصر اہلِ علم کی آراء مختلف ہیں، اس سلسلہ میں مفتی محمد رضوان صاحب کی ایک حالیہ اور جدید تصنیف میں تحقیق کی گئی ہے، جس کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے (......ادارہ......)

بعض احادیث میں مخصوص مواقع پر جھوٹ کی اجازت دی گئی ہے، جس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت امّ کلثوم بنتِ عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُوْلُ : لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِيْ خَيْرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : وَلَمْ أَسْمَعْ يُرَخَّصُ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ : اَلْحَرْبُ، وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيْثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا (مسلم)[1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور فریقین میں سے کسی کو کوئی خیر کی بات کہہ دے، اور خیر کی بات پہنچا دے (جس سے دوسرے کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور جھگڑا ختم ہو جائے) ابنِ شہاب راوی (اپنی روایت میں) کہتے ہیں کہ میں نے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کسی بات میں جھوٹ کی اجازت دی ہو سوائے تین موقعوں کے، ایک جنگ کے موقع پر (تاکہ دشمنوں کو اپنی جنگی تدبیروں کا پتہ نہ چلے) اور دوسرے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے موقع پر (تاکہ بغض وعداوت ختم ہو جائے، اور اتفاق ہو جائے) اور تیسرے آدمی کے اپنی بیوی سے بات کرنے اور بیوی کے اپنے شوہر سے بات کرنے کے

---

[1] رقم الحديث ٢٦٠٥ "١٠١" كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الكذب وبيان ما يباح منه.

فهؤلاء ثلاثة من الثقات الأثبات اتفقوا على رفع هذه الزيادة، فصلها اثنان منهما عن أول الحديث ووصلها به الآخر وهو صالح، فاتفاقهم حجة وذلك يدل على أنها مرفوعة ثابتة وأنها ليست مدرجة كما زعم الحافظ (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٥٤٥)

موقع پر(تاکہ میاں بیوی کی آپس کی بدمزگی ختم ہوجائے)(مسلم)

یہ تین مواقع جوذکر کیے گئے ایسے ہیں کہ ان میں اپنے یا کسی دوسرے مسلمان بھائی سے ضرر اور نقصان کو دور کیا جاتا ہے،جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

(وراجع للتفصیل: فیض القدیر، حرف اللام، تحت رقم الحدیث ۷۵۸۱، ج۵، ص ۳۵۹)

حضرت اسماءبنتِ یزیدرضی اللہ عنہاسے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَا یَحِلُّ الْکَذِبُ إِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ : یُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَہُ لِیُرْضِیَھَا، وَالْکَذِبُ فِی الْحَرْبِ وَالْکَذِبُ لِیُصْلِحَ بَیْنَ النَّاسِ (سنن ترمذی) ۱

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین موقعوں کے علاوہ جھوٹ حلال نہیں،ایک یہ کہ آدمی اپنی بیوی کی ناراضگی ختم کرنے کے لیےکوئی بات کرے،اوردوسرا جھوٹ جنگ کے موقع پر، اورتیسرا جھوٹ لوگوں کے درمیان صلح کرانے(اورعداوت ختم کرانے)کے لیے(ترمذی)

اسی قسم کی حدیث حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ ۲

جلیل القدرتابعی حضرت عطاء بن یساررحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ -صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ- فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ عَلَیَّ جُنَاحٌ أَنْ أَکْذِبَ أَھْلِیْ؟ قَالَ : لاَ ، فَلاَ یُحِبُّ اللّٰہُ الْکَذِبَ. قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَسْتَصْلِحُھَا وَأَسْتَطِیْبُ نَفْسَھَا. قَالَ : لاَ جُنَاحَ عَلَیْکَ (مسند الحمیدی، رقم

---

۱ رقم الحدیث ۱۹۳۹،ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی إصلاح ذات البین،شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۴۴۵۹.

قال الترمذی:وقال محمود فی حدیثه :لا یصلح الکذب إلا فی ثلاث هذا حدیث حسن غریب لا نعرفه من حدیث أسماء ، إلا من حدیث ابن خثیم، وروی داود بن أبی هند، هذا الحدیث، عن شهر بن حوشب، عن النبی صلی الله علیه وسلم ولم یذکر فیه عن أسماء ، حدثنا بذلک محمد بن العلاء قال :حدثنا ابن أبی زائدة، عن داود وفی الباب عن أبی بکر.

۲ عن النواس بن سمعان الکلابی، قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ":ما لی أراکم تتهافتون فی الکذب، تهافت الفراش فی النار کل الکذب مکتوب کذبا لا محالة، إلا أن یکذب الرجل فی الحرب، فإن الحرب خدعة، أو یکذب بین الرجلین لیصلح بینهما، أو یکذب علی امرأته لیرضیها "(شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۴۴۶۰،عمل الیوم واللیلة لابن السنی،رقم الحدیث ۶۱۲)

الحدیث ۳۴۸،مسند امِ کلثوم بنت عقبة) ۱؎

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میرے اوپر اس بات میں کوئی گناہ ہے کہ میں اپنی گھر والی (یعنی بیوی) کے ساتھ جھوٹ بولوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں (یعنی ایسا نہ کرنا چاہیے) پس اللہ جھوٹ کو پسند نہیں کرتا، اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اس کو درست (اور اس کی اصلاح) کرنا چاہتا ہوں، اور اس (یعنی ناراضگی کو دُور کر کے بیوی) کو خوش کرنا چاہتا ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ (اس صورت میں) آپ پر کوئی گناہ نہیں (مسند حمیدی)

جنگ کے موقع کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کوئی مجاہد یا فوجی یا کوئی اور مسلمان، دشمن کے قبضہ میں آ گیا، جس سے دشمن جنگی رازداری کے معاملات کا سراغ لگانا چاہتا ہے، تو ایسے موقع پر حقیقت کو ظاہر نہ کرنا گناہ نہیں ہے، کیونکہ حقیقت کو ظاہر کرنے میں مسلمانوں کا اجتماعی نقصان ہے۔

اور اسی وجہ سے احادیث میں جنگ کے موقع پر خداع ودھوکہ کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ ۲؎

۱؎ قال الالبانی: لا جناح علیک .یعنی فی الکذب علی الزوجة تطییبا لنفسها ."

أخرجه الحمیدی فی "مسنده "(رقم ۳۲۹) : حدثنا سفیان قال :حدثنی صفوان ابن سلیم عن عطاء بن یسار قال ":جاء رجل إلی النبی صلی الله علیه وسلم فقال :یا رسول الله هل علی جناح أن أکذب أهلی؟ قال :لا، فلا یحب الله الکذب، قال :یا رسول الله استصلحها واستطیب نفسها، قال :لا جناح علیک ."هکذا وقع فیه عن عطاء بن یسار مرسلا، وهو قد أورده تحت "أحادیث أم کلثوم بنت عقبة بن أبی معیط رضی الله عنها "، فلا أدری أسقط اسمها من السند، أو الناسخ أم الروایة عند الحمیدی هکذا مرسلا .والسند صحیح إلی عطاء بن یسار، وقد جاء موصولا من طریق أخری عنها .أخرجه مسلم (۲۸/۸)وأحمد(۴۰۴،۴۹۳/۶) من طریق ابن شهاب عن حمید ابن عبد الرحمن بن عوف عن أمه أم کلثوم بنت عقبة قالت :ما سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم رخص فی شیء من الکذب إلا فی ثلاث :الرجل یقول القول یرید به الإصلاح، والرجل یقول القول فی الحرب، والرجل یحدث امرأته، والمرأة تحدث زوجها .وله شاهد من حدیث أسماء بنت یزید نحوه .أخرجه الترمذی (۳۵۲/۱) وأحمد (۴۶۰،۴۵۹،۴۵۴/۶) من طریق شهر ابن حوشب عنها .وقال الترمذی " :حدیث حسن (سلسلة الأحادیث الصحیحة،تحت رقم الحدیث ۴۹۸)

۲؎ عن أبی هریرة رضی الله عنه، قال :سمی النبی صلی الله علیه وسلم الحرب خدعة (بخاری، رقم الحدیث ۳۰۲۹)

عن عمرو، سمع جابر بن عبد الله رضی الله عنهما، قال :قال النبی صلی الله علیه وسلم: الحرب خدعة(بخاری، رقم الحدیث ۳۰۳۰)

اورخداع ودھوکہ کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کو اپنے جنگی معاملات سے بے خبر رکھا جائے، جس سے وہ دھوکہ کھا جائے، اور مسلمانوں کے مقابلے میں اپنی سازشوں میں کامیاب نہ ہو، یا مثلاً دشمن کے سامنے مسلمانوں کے لشکر کا زیادہ ہونا ظاہر کیا جائے، جس سے دشمن مرعوب وخوف زدہ ہوجائے۔

اورلوگوں کے درمیان صلح کرانے اور بُغض وعداوت ختم کرانے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً مسلمانوں کے دو فریقوں یا قبیلوں میں تصادم ہے، اور یہ شخص ایک فریق کی طرف سے اچھی اور خیر خواہی کی بات دوسرے فریق تک پہنچادے، جیسے یہ کہے کہ وہ آپ کے خیر خواہ ہیں، اور صلح چاہتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اوراس طرح دونوں فریقوں کے غصہ اور بُغض وعداوت کی آگ کو بجھا کر آپس میں مصالحت کروادے، اور زوجین کے درمیان صلح کرانے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً میاں بیوی کی ناراضگی دور کرنے کے لیے یہ ظاہر کرے کہ وہ ایک دوسرے سے صلح چاہتے ہیں، اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، یا مثلاً کسی شخص کی بیوی ناراض ہے، اور وہ اس کی ناراضگی دور کرنے کے لیے کہے کہ وہ اس سے بہت محبت کرتا ہے، یا اس کے دل میں بیوی کی بہت محبت ہے، کسی اور فرد سے اتنی محبت نہیں، یا کسی اور عورت کی اس کے دل میں محبت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

(ماخوذاز:مرقاة المفاتيح، ج٦ص ٢٥٣٥،باب القتال فى الجهاد، و ج٨ص ٣١٥١،باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات)

مذکورہ احادیث کے پیشِ نظر بعض حضرات نے فرمایا کہ یہی حکم ایسی دوسری چیزوں کا بھی ہے کہ جب جھوٹ سے کسی کو دھوکہ دینا اور نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو بلکہ فساد ونقصان کو دور کرنا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے کا فائدہ پیشِ نظر ہو تو جھوٹ بولنا جائز ہے، تاہم پھر بھی بہتر یہ ہے کہ اس موقع پر بھی صریح جھوٹ سے پرہیز کیا جائے اور تعریض وتوریہ سے کام لیا جائے۔ [۱]

---

[۱] وقد صح فى الحديث جواز الكذب فى ثلاثة أشياء .وقال الطبرى :إنما يجوز من الكذب فى الحرب المعاريض، وحقيقته لا تجوز، والظاهر إباحة حقيقة الكذب، لكن الاقتصار على التعريض أفضل (مرقاة المفاتيح، ج٦، ص٢٥٣٥، كتاب الجهاد، باب القتال فى الجهاد)

قيل :لا مطابقة بين الحديث والترجمة، لأن الذى وقع من محمد بن مسلمة فى قتل كعب بن الأشرف يمكن أن يكون تعريضا .وأجيب :بوجود المطابقة، فإن محمد بن مسلمة، قال :فأذن لى، فأقول؟ قال :قد فعلت فإنه يدخل فيه الإذن فى الكذب تصريحا وتلويحا .فإن قلت :ليس فى حديث الباب هذا .قلت :هذه الزيادة ثابتة فى حديث الباب الذى يليه، والحديث واحد فى الأصل عن جابر على أنه قد جاء من ذلك صريحا فيما أخرجه الترمذى من حديث أسماء بنت يزيد مرفوعا :لا يحل الكذب إلا فى ثلاث :يحدث الرجل امرأته ليرضيها، والكذب فى الحرب، وفى الإصلاح بين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ جن مخصوص موقعوں پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے ان میں بھی صریح اور حقیقی جھوٹ بولنا جائز نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾الناس .وقال النووی :الظاهر إباحة حقيقة الكذب فى الأمور الثلاثة، لكن التعريض أولى (عمدة القارى، ج۱۴ ص ۲۷۶،باب الكذب فى الحرب)

ذكر فيه حديث جابر فى قصة قتل كعب بن الأشرف وسيأتى مطولا مع شرحه فى كتاب المغازى قال ابن المنير الترجمة غير مطابقة لأن الذى وقع منهم فى قتل كعب بن الأشرف يمكن أن يكون تعريضا لأن قولهم عنانا أى كلفنا بالأوامر والنواهى وقولهم سألنا الصدقة أى طلبها منا ليضعها مواضعها وقولهم فنكره أن ندعه إلخ معناه نكره فراقه ولا شك أنهم كانوا يحبون الكون معه أبدا انتهى والذى يظهر أنه لم يقع منهم فيما قالوه بشىء من الكذب أصلا وجميع ما صدر منهم تلويح كما سبق لكن ترجم بذلك لقول محمد بن مسلمة للنبى صلى الله عليه وسلم أولا ائذن لى أن أقول قال قل فإنه يدخل فيه الإذن فى الكذب تصريحا وتلويحا وهذه الزيادة وإن لم تذكر فى سياق حديث الباب فهى ثابتة فيه كما فى الباب الذى بعده على أنه لو لم يرد ذلك لما كانت الترجمة منافرة للحديث لأن معناها حينئذ باب الكذب فى الحرب هل يسوغ مطلقا أو يجوز منه الإيماء دون التصريح وقد جاء من ذلك صريحا ما أخرجه الترمذى من حديث أسماء بنت يزيد مرفوعا لا يحل الكذب الا فى ثلاث تحدث الرجل امرأته ليرضيها والكذب فى الحرب وفى الإصلاح بين الناس وقد تقدم فى كتاب الصلح ما فى حديث أم كلثوم بنت عقبة لهذا المعنى من ذلك ونقل الخلاف فى جواز الكذب مطلقا أو تقييده بالتلويح قال النووى الظاهر إباحة حقيقة الكذب فى الأمور الثلاثة لكن التعريض أولى وقال ابن العربى الكذب فى الحرب من المستثنى الجائز بالنص رفقا بالمسلمين لحاجتهم إليه وليس للعقل فيه مجال ولو كان تحريم الكذب بالعقل ما انقلب حلالا انتهى ويقويه ما أخرجه أحمد وابن حبان من حديث أنس فى قصة الحجاج بن علاط الذى أخرجه النسائى وصححه الحاكم فى استئذانه النبى صلى الله عليه وسلم أن يقول عنه ما شاء لمصلحته فى استخلاص ماله من أهل مكة وأذن له النبى صلى الله عليه وسلم وإخباره لأهل مكة أن أهل خيبر هزموا المسلمين وغير ذلك مما هو مشهور فيه ولا يعارض ذلك ما أخرجه النسائى من طريق مصعب بن سعد عن أبيه فى قصة عبد الله بن أبى سرح وقول الأنصارى للنبى صلى الله عليه وسلم لما كف عن بيعته هلا أومأت إلينا بعينك قال ما ينبغى لنبى أن تكون له خائنة الأعين لأن طريق الجمع بينهما أن المأذون فيه بالخداع والكذب فى الحرب حالة الحرب خاصة وأما حال المبايعة فليست بحال حرب كذا قال وفيه نظر لأن قصة الحجاج بن علاط أيضا لم تكن فى حال حرب والجواب المستقيم أن تقول المنع مطلقا من خصائص النبى صلى الله عليه وسلم فلا يتعاطى شيئا من ذلك وإن كان مباحا لغيره ولا يعارض ذلك ما تقدم من أنه كان إذا أراد غزوة ورى بغيرها فإن المراد أنه كان يريد أمرا فلا يظهره كأن يريد أن يغزو وجهة الشرق فيسأل عن أمر فى جهة الغرب ويتجهز للسفر فيظن من يراه ويسمعه أنه يريد جهة الغرب وأما أن يصرح بإرادته الغرب وإنما مراده الشرق فلا والله أعلم وقال ابن بطال سألت بعض شيوخى عن معنى هذا الحديث فقال الكذب المباح فى الحرب ما يكون من المعاريض لا التصريح بالتأمين مثلا قال وقال المهلب موضع الشاهد للترجمة من حديث الباب قول محمد بن مسلمة قد عنانا فإنه سألنا الصدقة لأن هذا الكلام يحتمل أن يفهم أن اتباعهم له إنما هو للدنيا فيكون كذبا محضا ويحتمل أن يريد أنه أتعبنا بما يقع لنا من محاربة العرب فهو من معاريض الكلام وليس فيه شىء من الكذب الحقيقى الذى هو الإخبار عن الشىء بخلاف ما هو عليه ثم قال ولا يجوز الكذب الحقيقى فى شىء من الدين أصلا قال ومحال أن يأمر بالكذب من يقول من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار انتهى وقد تقدم جواب ذلك بما يغنى عن اعادته(فتح البارى، ج۶،ص ۱۵۹ ،باب الكذب فى الحرب)

البتہ اگر اضطراری حالت ہو، مثلاً کوئی ظالم شخص دوسرے آدمی کو قتل کرنا چاہتا ہو، اور وہ دوسرا آدمی اس کے پاس چھپا ہوا ہو، تو وہ اس کی جان بچانے کی خاطر جھوٹ بول سکتا ہے۔ [1]

اور ان حضرات نے فرمایا کہ جن احادیث میں مخصوص مواقع پر جھوٹ کی اجازت دی گئی ہے، اُس سے حقیقی جھوٹ مراد نہیں، بلکہ تعریض و توریہ مراد ہے، اور اس کو جھوٹ صورتاً کہا گیا ہے، حقیقتاً نہیں۔

(ماخوذ از: دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، كتَاب الأمُور المَنهى عَنهَا، باب فی بیان مَا یجوز من الكذب، وردالمحتار، ج۶، ۴۲۷، وص ۴۲۸، كتاب الحظروالاباحة، فرع يكره إعطاء سائل المسجد إلا إذا لم يتخط رقاب الناس)

ہمارے نزدیک اس سلسلے میں راجح یہ ہے کہ جب اضطراری حالت پیش آجائے، مثلاً جھوٹ بولے بغیر ظلماً جان چلی جانے کا غالب گمان ہو تو صریح و حقیقی جھوٹ بولنا بلاشبہ جائز ہے، اور جب اضطراری حالت کا سامنا تو نہ ہو، البتہ سچ بولنے کے نتیجے میں غیر معمولی مالی نقصان یا تکلیف و مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہو (مثلاً اگر اپنی ملکیت میں موجود مال کا حاکم کو علم ہو تو وہ ظالمانہ طریقہ پر اس مال کو حاصل کرلے یا قانونی طور پر غیر معمولی تکلیف پیش آئے یا کسی ڈاکو وغیرہ سے اپنے مال کی حفاظت کی خاطر مال کو چھپائے اور جھوٹ بولے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے، یا اور مال نہیں ہے، یا وہ مال گھر پر موجود نہیں ہے) تو ایسی حالت میں جب تک تعریض و توریہ سے کام چلتا ہو، اس وقت تک تو تعریض و توریہ کو ہی اختیار کرنا چاہیے، اور صریح جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، لیکن اگر کسی وقت تعریض و توریہ سے کام نہ چلے اور صاف جھوٹ بولے بغیر اس نقصان و تکلیف سے نجات نہ ملے تو پھر صریح جھوٹ کی گنجائش والے علماء کی تحقیق کے مطابق عمل کرلینے میں امید ہے کہ گناہ نہ ہوگا (اور اس طرزِ عمل کو رخصت قرار دیا جائے گا) لیکن اس کے باوجود کوئی صریح جھوٹ سے پرہیز کرے اور اپنے ذاتی نقصان و تکلیف کو برداشت کرے، تو اس میں بھی کوئی گناہ نہ

---

[1] قال الطبرى ذهبت طائفة إلى جواز الكذب لقصد الإصلاح وقالوا إن الثلاث المذكورة كالمثال وقالوا الكذب المذموم إنما هو فيما فيه مضرة أو ما ليس فيه مصلحة وقال آخرون لا يجوز الكذب فى شىء مطلقا وحملوا الكذب المراد هنا على التورية والتعريض كمن يقول للظالم دعوت لک أمس وهو يريد قوله اللهم اغفر للمسلمين ويعد امرأته بعطية شىء ويريد إن قدر الله ذلک وأن يظهر من نفسه قوة قلت وبالأول جزم الخطابى وغيره وبالثانى جزم المهلب والأصيلى وغيرهما وسيأتى فى باب الكذب فى الحرب فى أواخر الجهاد مزيد لهذا إن شاء الله تعالى واتفقوا على أن المراد بالكذب فى حق المرأة والرجل إنما هو فيما لا يسقط حقا عليه أو عليها أو أخذ ما ليس له أو لها وكذا فى الحرب فى غير التأمين واتفقوا على جواز الكذب عند الاضطرار كما لو قصد ظالم قتل رجل وهو مختف عنده فله أن ينفى كونه عنده ويحلف على ذلک ولا يأثم والله أعلم (فتح البارى، ج۵، ص ۳۰۰، باب ليس الكاذب الذى يصلح بين الناس)

ہوگا (بلکہ اس طرزِ عمل کو عزیمت پر محمول کیا جائے گا) [1]

کیونکہ اپنے حلال مال بلکہ دین کی حفاظت ایسی چیز ہے کہ اس کی حفاظت کی خاطر کسی سے مقاتلہ کرنا پڑے، تو اس کو بھی شریعت نے جائز قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] وفيه :الحيل في التخلص من الظلمة، بل إذا علم أنه لا يتخلص إلا بالكذب جاز له الكذب الصراح، وقد يجب في بعض الصور بالاتفاق لكونه ينجي نبيا أو وليا ممن يريد قتله أو لنجاة المسلمين من عدوهم، وقال الفقهاء :لو طلب ظالم وديعة لإنسان ليأخذها غصبا وجب عليه الإنكار والكذب في أنه لا يعلم موضعها(عمدة القارى، ج۱۲ ص ۳۲،باب شراء المملوك من الحربى وهبته وعتقه)

وفى شرح العينى للبخارى فى باب شراء المملوك من الحربى فى حديث قتيبة عن الليث بن سعد ما نصه: وفيه أى :الحديث، الحيل في التخليص من الظلمة بل إذا علم أنه لا يتخلص إلا بالكذب جاز له الكذب الصريح، وقد يجب في بعض الصور بالاتفاق ككونه ينجي نبيا أو وليا ممن يريد قتله أو لنجاة المسلمين من عدوهم.وقال الفقهاء لو طلب ظالم وديعة لإنسان ليأخذها غصبا وجب عليه الإنكار والكذب في أنه لا يعلم موضعها (انتهى). فليحفظ(غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر للحموى، ج ا ص ۲۶۶،القاعدة الخامسة الضرر يزال، الخامسة درء المفاسد أولى من جلب المصالح)

[2] عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما، قال :سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول :من قتل دون ماله فهو شهيد(بخارى ، رقم الحديث ۲۴۸۰)

عن عبد الله بن عمرو بن العاص، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من قتل دون ماله مظلوما فله الجنة(نسائى ، رقم الحديث ۴۰۸۶)

عن عبد الله بن عمرو، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :من قتل دون ماله فهو شهيد وفي الباب عن علي، وسعيد بن زيد، وأبي هريرة، وابن عمر، وابن عباس، وجابر :حديث عبد الله بن عمرو حديث حسن، وقد روي عنه من غير وجه وقد رخص بعض أهل العلم للرجل :أن يقاتل عن نفسه وماله وقال ابن المبارك: يقاتل عن ماله ولو درهمين(ترمذى، رقم الحديث ۱۴۱۹)

عن ابن عباس، عن النبي صلى الله عليه وسلم " :من قتل دون مظلمته فهو شهيد "(مسند احمد، رقم الحديث ۲۷۷۹)

عن سعيد بن زيد، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون أهله، أو دون دمه، أو دون دينه فهو شهيد(ابو داود، رقم الحديث ۴۷۷۲)

(وعن سعيد بن زيد) : أحد العشرة المبشرة (أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :(من قتل) : بصيغة المجهول (دون دينه) : أي :قدام دينه قال الشاعر :تريك القذى دونها وهي دونه أو عند حفظ دينه .(فهو شهيد) : وهذا إنما يتصور إذا قصد المخالف من الكافر أو المبتدع خذلانه في دينه، أو توهينه وهو يذب عنه، ويحجز بينه وبين ما أراد كالحامي يذب عن حقيقته .(ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون أهله) : أي :عند محافظة محارمه (فهو شهيد) : قال ابن الملك :وعامة العلماء على أن الرجل إذا قصد ماله أو دمه أو أهله فله دفع القاصد بالأحسن، فإن لم يمتنع إلا بالمقاتلة فقتله فلا شيء عليه (رواه الترمذي، وأبو داود، والنسائي) : وفي الجامع الصغير :رواه أحمد والثلاثة وابن حبان في صحيحه عنه ولفظه :(من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد) ورواه النسائي، والضياء عن سويد بن مقرن بلفظ جامع، وهو :(من قتل دون مظلمته فهو شهيد(مرقاة المفاتيح، ج۶ ص ۲۳۰۵،باب ما لا يضمن من الجنايات)

اوراس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اپنے تمام مال کو خطرہ لاحق ہو کہ اس کے چلے جانے کے بعد اضطراری حالت کا سامنا کرنا پڑے۔ ؎۱

اور ظاہر ہے کہ عام حالات میں کسی کے ساتھ مقاتلہ کرنا حرام ہے، اور اس کی حرمت اور اپنی جان کی ہلاکت سے حفاظت، کذب وجھوٹ سے کم درجہ کی نہیں ہے۔ ؎۲ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

(ماخوذ از: ''اصلاحِ اخلاق اور حفاظتِ زبان'' صفحہ نمبر ۴۱۷ تا ۴۲۶، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

؎۱ ذکر ما یستفاد منه :فیه :جواز قتل القاصد لأخذ المال بغیر حق، سواء کان المال قلیلا أو کثیرا، لعموم الحدیث، وهذا قول جماهیر العلماء .وقال بعض أصحاب مالک :لا یجوز قتله إذا طلب شیئا یسیرا :کالثوب والطعام، وهذا لیس بشیء ، والصواب ما قاله الجماهیر .وأما المدافعة عن الحریم فواجبة بلا خلاف، وقال النووی :وفی المدافعة عن النفس بالقتل خلاف فی مذهبنا ومذهب غیرنا، والمدافعة عن المال جائزة غیر واجبة .وفیه :أن القاصد إذا قتل لا دیة له ولا قصاص .وفیه :أن الدافع إذا قتل یکون شهیدا .وقال الترمذی :وقد رخص بعض أهل العلم للرجل أن یقاتل عن نفسه وماله .وقال ابن المبارک : یقاتل ولو درهمین .وقال المهلب :وکذلک فی کل من قاتل علی ما یحل له القتال علیه من أهل أو دین فهو کمن قاتل دون نفسه وماله، فلا دیة علیه ولا تبعة، ومن أخذ فی ذلک بالرخصة وأسلم المال والأهل والنفس فأمره إلی الله تعالی، والله یعذره ویأجره، ومن أخذ فی ذلک بالشدة وقتل کانت له الشهادة .وقال ابن المنذر :وروینا عن جماعة من أهل العلم أنهم رأوا قتال اللصوص ودفعهم عن أنفسهم أموالهم، وقد أخذ ابن عمر لصا فی داره، فأصلت علیه السیف، قال سالم :فلولا أنا لضربه به، وقال النخعی :إذا خفت أن یبدأک اللص فابدأه .وقال الحسن :إذا طرق اللص بالسلاح فاقتله، وسئل مالک عن القوم یکونون فی السفر فتلقاهم اللصوص؟ قال :یقاتلونهم ولو علی دانق .وقال عبد الملک: إن قدر أن یمتنع من اللصوص فلا یعطهم شیئا .وقال أحمد :إذا کان اللص مقبلا، وأما مولیا فلا .وعن إسحاق مثله .وقال أبو حنیفة فی رجل دخل علی رجل لیلا للسرقة ثم خرج بالسرقة من الدار، فاتبعه الرجل فقتله :لا شیء علیه .وقال الشافعی :من أرید ماله فی مصر أو فی صحراء ، أو أرید حریمه، فالاختیار له أن یکلمه أو یستغیث، فإن منع أو امتنع لم یکن له قتاله، فإن أبی أن یمتنع من قتله من أراد قتله، فله أن یدفعه عن نفسه وعن ماله، ولیس له عمد قتله، فإذا لم یمتنع فقاتله فقتله لا عقل فیه ولا قود ولا کفارة(عمدة القاری، ج۱۳ ص۳۵،باب من قاتل دون ماله)

؎۲ قال الله تعالیٰ: ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة(سورة البقرة، رقم الآیة: ۱۹۵)

وما کان لمؤمن أن یقتل مؤمنا إلا خطأ ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة إلی أهله إلا أن یصدقوا فإن کان من قوم عدو لکم وهو مؤمن فتحریر رقبة مؤمنة وإن کان من قوم بینکم وبینهم میثاق فدیة مسلمة إلی أهله وتحریر رقبة مؤمنة فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین توبة من الله وکان الله علیما حکیما .ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فیها وغضب الله علیه ولعنه وأعد له عذابا عظیما (سورة النساء، رقم الآیة: ۹۲،۹۳)

وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم :قتال المسلم أخاه کفر، وسبابه فسوق وفی الباب عن سعد، وعبد الله بن مغفل، حدیث ابن مسعود حدیث حسن صحیح، وقد روی عن عبد الله بن مسعود من غیر وجه(سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۶۳۴)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سونے کے آداب (قسط۴)

بستر پر اور سَر کے نیچے تکیہ رکھ کر سونا

سونے کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ مناسب بستر پر اور سر کے نیچے تکیہ رکھ کر سویا جائے، جو کہ صحت وتندرستی کے لئے بھی مفید ہے، لیکن اس میں زیادہ غلو اور تکلف سے کام نہ لیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَدَمٍ، وَحَشْوُهُ مِنْ لِيفٍ (بخاری، رقم الحدیث ۶۴۵۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا، اور اس کا اندرونی حصہ کھجور کی چھال کا تھا (بخاری)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ وِسَادَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي يَتَّكِءُ عَلَيْهَا مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ (مسلم، رقم الحدیث ۳۷"۲۰۸۲"، باب التواضع فی اللباس)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپ ٹیک لگاتے تھے، چمڑے کا تھا، اور اس کا اندرونی حصہ کھجور کی چھال کا تھا (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ لیٹنے اور سونے کے لئے بے جا تکلفات وتصنعات سے بچتے ہوئے بستر اور تکیہ کا معتدل انداز میں استعمال سنت سے ثابت ہے۔ [1]

---

[1] (وعنها) : أي عن عائشة -رضي الله تعالى عنها -(قالت :كان وساد رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم -) : بكسر الواو (الذي يتكء عليه) : أي عند الاستناد، أو يتوسد عليه عند الرقاد، ففي القاموس :الوساد المتكأ المخلد كالوسادة ويثلث (من أدم، حشوه ليف .رواه مسلم) : رواه أبو داود،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِءٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ (بخاری، رقم الحديث ٢٤٦٨)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر گیا، تو آپ بُنی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ کے جسم اور چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا اور بوریئے کے نشان آپ کے پہلو پر پڑ گئے تھے اور چمڑے کے ایک تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ اور ہر حال میں بستر اور قیمتی بستر کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ کبھی سادہ چٹائی وغیرہ پر بھی بیٹھنا اور لیٹنا چاہئے، اس سے انسان بہت سے برے اخلاق سے محفوظ ہو جاتا ہے، اور تکبر کا خاتمہ ہوتا ہے، نیز جفاکشی کی بھی عادت رہتی ہے، جو بہت سے برے اوقات میں فائدہ مند ہوتی ہے، اور ویسے بھی صحت کے لئے مفید ہوتی ہے۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَكَوْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهٗ (بخاری، رقم الحديث ٣٦١٢)

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، اس وقت آپ اپنی چادر کو تکیہ بنا کر ٹیک لگائے ہوئے تھے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مستقل تکیہ کے بجائے کسی کپڑے، چادر وغیرہ سے بھی تکیہ کا کام لیا جا سکتا ہے، ہر حال میں تکیے اور قیمتوں تکیوں کا متلاشی رہنا مناسب نہیں۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وأحمد، والترمذی، وابن ماجه بلفظ: كان وسادته التی ينام عليها من أدم حشوها ليف. قال النووی: فيه جواز اتخاذ الفراش والوسادة، والنوم عليها والارتفاق بها.

قلت: الأظهر أنه يقال فيه بالاستحباب لمداومته -عليه السلام- ولأنه أكمل للاستراحة التی قصدت بالنوم للقيام علی النشاط فی العبادة (مرقاة، كتاب اللباس)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَۃٍ (ترمذی، رقم الحدیث ۲۷۷۱، باب ما جاء فی الاتکاء) ۱

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ لیٹے یا بیٹھتے وقت تکیہ پر سہارا لینا یا گاؤ، تکیہ وغیرہ کا سہارے کمر یا دائیں یا بائیں پہلو کی ٹیک لگانا جائز اور سنت سے ثابت ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَضَعُ یَدَہُ الْیُمْنٰی تَحْتَ خَدِّہٖ عِنْدَ مَنَامِہٖ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۶۹۶) ۲

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سونے کے وقت اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے رخسار کے نیچے رکھ لیا کرتے تھے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَوَسَّدُ یَمِیْنَہٗ عِنْدَ الْمَنَامِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۳۹۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سونے کے وقت اپنے دائیں ہاتھ کو تکیہ بنالیا کرتے تھے (ترمذی)

اور سننِ کبریٰ نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَوَسَّدُ یَمِیْنَہٗ عِنْدَ الْمَنَامِ وَیَضَعُھَا تَحْتَ خَدِّہٖ (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۱۰۵۲۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سونے کے وقت اپنے دائیں ہاتھ کو تکیہ بنالیا کرتے تھے، اور اُسے اپنے رُخسار کے نیچے رکھ لیا کرتے تھے (سنن کبریٰ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَوٰی أَحَدُکُمْ إِلٰی فِرَاشِہٖ، فَلْیَنْفُضْ

---

۱ قال الترمذی: ھذا حدیث صحیح.

۲ فی حاشیۃ مسند احمد: حدیث صحیح.

فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ، وَلْيَتَوَسَّدْ يَمِينَهُ (مسند احمد،رقم الحديث ۹۵۸۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر جائے تو اُسے چاہئے کہ اپنی چادر کے اندرونی حصہ سے اپنے بستر کو جھاڑے اور اپنے دائیں ہاتھ کا تکیہ بنالے (مسند احمد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سونے کے وقت مستقل تکیہ کے بجائے ہاتھ کا تکیہ بنالینا بھی سنت سے ثابت ہے۔ اور اگر کوئی مناسب تکیہ کے ساتھ اُس کے اوپر ہاتھ کو تکیہ بنا کر سوئے، تب بھی حرج نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّهُ لَعَلٰى حَصِيْرٍ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، وَتَحْتَ رَأْسِهٖ وِسَادَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ، وَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُوْبًا، وَعِنْدَ رَأْسِهٖ أَهَبٌ مُعَلَّقَةٌ، فَرَأَيْتُ أَثَرَ الْحَصِيْرِ فِيْ جَنْبِهٖ فَبَكَيْتُ، فَقَالَ: مَا يُبْكِيْكَ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ فِيْمَا هُمَا فِيْهِ، وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالَ: أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ (بخاری، رقم الحديث ۴۹۱۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اس وقت آپ ایک بوریئے پر لیٹے ہوئے تھے آپ کے جسم اور بوریئے کے درمیان کچھ نہ تھا اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی اور پاؤں کے پاس مسلم (یعنی کیکر کے مشابہ درخت، جس سے چمڑے کو دباغت دی جاتی ہے) کے پتوں کا ڈھیر تھا اور سر کے پاس کچے چمڑے لٹکے تھے، میں نے آپ کے پہلو میں بوریئے کا نشان دیکھا تو میں رو پڑا، تو (مجھے روتا ہوا دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ تم کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! قیصرو کسریٰ تو اس طرح آرام میں رہتے ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہو کر اس حالت میں؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ ان (قیصر و کسریٰ) کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو (بخاری)

---

[1] فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، جو کھجور کی بٹی ہوئی رسی کی تھی، اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اسی دوران چند صحابۂ کرام بھی حاضر ہوگئے، اور حضرت عمر بھی تشریف لے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلٹ کر اٹھے، تو حضرت عمر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو اور رسی کے درمیان کوئی کپڑا نظر نہ آیا، اور رسی کے نشانات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر پڑ گئے تھے (یہ دیکھ کر) حضرت عمر رونے لگے، تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر! آپ کیوں روتے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! میں صرف اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ کے نزدیک آپ قیصر وکسریٰ سے کہیں زیادہ مکرم ہیں، اور وہ دنیا میں عیش کی زندگی بسر کر رہے ہیں، اور اللہ کے رسول آپ اس جگہ ہیں، جو میں دیکھ رہا ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت؟ حضرت عمر نے عرض کیا کہ بے شک! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اسی طرح ہوگا (یعنی ان کے لئے صرف دنیا میں عیش ہے، اور ہمارے لئے آخرت میں عالیشان عیش وآرام) (مسند احمد) [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ حضرت عمر حاضر ہوئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر چٹائی کے نشانات پڑ چکے تھے، تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے

---

[1] عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ :دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى سَرِيرٍ مُرَمَّلٍ بِشَرِيطٍ، وَتَحْتَ رَأْسِهِ وِسَادَةٌ مِنْ أَدَمٍ ، حَشْوُهَا لِيفٌ ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَدَخَلَ عُمَرُ فَانْحَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، انْحِرَافَةً فَلَمْ يَرَ عُمَرُ بَيْنَ جَنْبِهِ وَبَيْنَ الشَّرِيطِ ثَوْبًا، وَقَدْ أَثَّرَ الشَّرِيطُ بِجَنْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَكَى عُمَرُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَا يُبْكِيكَ يَا عُمَرُ ؟ "قَالَ :وَاللهِ مَا أَبْكِي إِلَّا أَنْ أَكُونَ أَعْلَمُ أَنَّكَ أَكْرَمُ عَلَى اللهِ مِنْ كِسْرَى، وَقَيْصَرَ وَهُمَا يَعِيثَانِ فِي الدُّنْيَا فِيمَا يَعِيثَانِ فِيهِ، وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، بِالْمَكَانِ الَّذِي أَرَى .فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ ؟ "قَالَ عُمَرُ :بَلَى، قَالَ " :فَإِنَّهُ كَذَاكَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۴۱۷)

فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

نبی! اگر آپ اس سے کچھ نرم بستر بنوالیتے تو کتنا اچھا ہوتا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میری اور دنیا کی مثال تو اس سوار کی طرح ہے جو گرمی کے موسم میں سارا دن چلتا رہے اور کچھ دیر کے لئے ایک درخت کے نیچے سایہ حاصل کرے، پھر اسے چھوڑ کر چل دے (مسند احمد) ۱

اس قسم کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ ۲

اور بھی اس طرح کی کئی احادیث ہیں، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر میں تکلف کو پسند نہیں فرمایا، جس سے غفلت پیدا ہو، اور نماز وغیرہ کے لئے بھی آنکھ نہ کھلے۔ ۳

---

۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ، وَهُوَ عَلَى حَصِيرٍ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ، فَقَالَ :يَا نَبِيَّ اللهِ، لَوِ اتَّخَذْتَ فِرَاشًا أَوْثَرَ مِنْ هَذَا ؟ فَقَالَ " :مَا لِي وَلِلدُّنْيَا ؟ مَا مَثَلِي وَمَثَلُ الدُّنْيَا، إِلا كَرَاكِبٍ سَارَ فِي يَوْمٍ صَائِفٍ فَاسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا (مسند احمد ۲۷۴۴)

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح.

۲ عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ :اضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ، فَأَثَّرَ فِي جَنْبِهِ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ، جَعَلْتُ أَمْسَحُ جَنْبَهُ، فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَلا آذَنْتَنَا حَتَّى نَبْسُطَ لَكَ عَلَى الْحَصِيرِ شَيْئًا ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" : مَا لِي وَلِلدُّنْيَا ؟ مَا أَنَا وَالدُّنْيَا ؟ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ الدُّنْيَا كَرَاكِبٍ ظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۳۷۰۹)

فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

۳ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ زِيَادٍ الْحَارِثِيِّ، قَالَ :قَدِمْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْعِرَاقِ، فَأَمَرَ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنَّا بِعَبَاءٍ، عَبَاءٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ حَفْصَةُ، فَقَالَتْ :يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَتَاكَ أَلْبَابُ الْعِرَاقِ، وَوُجُوهُ النَّاسِ، فَأَحْسِنْ كَرَامَتَهُمْ، فَقَالَ :مَا أَزِيدُهُمْ عَلَى الْعَبَاءِ يَا حَفْصَةُ، أَخْبِرِينِي بِأَلْيَنِ فِرَاشٍ فُرِشَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَأَطْيَبِ طَعَامٍ أَكَلَهُ عِنْدَكِ؟ فَقَالَتْ :كَانَ لَنَا كِسَاءٌ مِنْ هَذِهِ الْمُلَبَّدَةِ، أَصَبْنَاهُ يَوْمَ خَيْبَرَ فَكُنْتُ أَفْرِشُهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ لَيْلَةٍ، وَيَنَامُ عَلَيْهِ، وَإِنِّي رَبَّعْتُهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ :يَا حَفْصَةُ مَا كَانَ فِرَاشِي الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ : فِرَاشُكَ كُلَّ لَيْلَةٍ، إِلَّا أَنِّي رَبَّعْتُهُ اللَّيْلَةَ، قَالَ :يَا حَفْصَةُ أَعِيدِيهِ لِمَرَّتِهِ الْأُولَى، فَإِنَّهُ مَنَعَتْنِي وِطَاءَتُهُ الْبَارِحَةَ مِنَ الصَّلَاةِ .قَالَتْ :وَكَانَ لَنَا صَاعٌ مِنْ سُلْتٍ، وَإِنِّي نَخَلْتُهُ ذَاتَ يَوْمٍ، وَطَحَنْتُهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ لَنَا قَعْبٌ مِنْ سَمْنٍ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ، فَبَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ، إِذْ دَخَلَ أَبُو الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ :إِنِّي أَرَى سَمْنَكُمْ قَلِيلًا، وَعِنْدَنَا قَعْبٌ مِنْ سَمْنٍ، فَأَرْسَلَ أَبُو الدَّرْدَاءِ، فَصَبَّ عَلَيْهِ فَأَكَلا، فَقَالَتْ حَفْصَةُ :فَهَذَا أَلْيَنُ فِرَاشٍ فَرَشْتُهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهَذَا أَطْيَبُ طَعَامٍ أَكَلَهُ .فَأَرْسَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَيْنَيْهِ بِالْبُكَاءِ، فَقَالَ :وَاللَّهِ لَا أَزِيدُهُمْ عَلَى الْعَبَاءِ شَيْئًا، وَهَذَا طَعَامُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهَذَا فِرَاشُهُ (أخلاق النبى للأصبهانى، رقم الحديث ۴۷۷)

Idara Ghufran

اور بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتی بستر دیکھ کر فرمایا کہ اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونا اور چاندی جاری فرما دیتے۔[1]

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بستر کے معاملہ میں زیادہ تکلفات وتصنعات سے کام لینا مناسب نہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے آخرت سے غفلت پیدا ہوتی ہے، اور دنیا میں بھی انسان کے عیش وآرام طلب ہونے کی وجہ سے طرح طرح کے مسائل جنم لیتے ہیں، تاہم مناسب ومعتدل بستر اور تکیہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، جس سے جسم کو راحت حاصل ہو، کیونکہ سخت چیز (مثلاً نرم بستر کے بغیر) فرش یا تخت وغیرہ پر سونا عام حالات میں نقصان دہ ہے، اس سے فالج وغیرہ کی بیماری پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، کیونکہ یا فرش وتخت وغیرہ کی سختی سے جسم کے اعصاب رگڑ کھاتے ہیں، اور زمین کی ٹھنڈک اعصاب تک پہنچتی ہے، زمین کی نمی جسم کو پہنچنے سے گھٹیا، بخار، اور بدہضمی وغیرہ پیدا ہوسکتی ہے، اس لئے مناسب بستر طبّی اعتبار سے بھی صحت کے لئے مفید ہے، اور سنت سے بھی ثابت ہے۔

ضرورت سے زائد بستر

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ، وَفِرَاشٌ لِامْرَأَتِهِ، وَالثَّالِثُ لِلضَّيْفِ، وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ (مسلم، رقم الحدیث ۲۰۸۴ "۴۱")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک بستر آدمی کے لئے، اور ایک بستر اس کی عورت (یعنی بیوی) کے لئے، اور ایک بستر مہمان کے لئے ہونا چاہئے، اور چوتھا بستر شیطان کے لئے ہوتا ہے (مسلم)

---

[1] وَقَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَرَأَتْ فِرَاشَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبَاءَةً، فَقَالَتْ: مَا لَهُ فِرَاشٌ غَيْرَ هَذَا؟ قُلْتُ: لَا وَاللَّهِ، مَا لَهُ فِرَاشٌ غَيْرُهُ، فَعَمَدْتُ إِلَى سَبِيبَةٍ مِنَ السَّبَائِبِ، فَحَشَتْهَا صُوفًا، ثُمَّ أَتَتْنِي بِهَا، فَقَالَتْ: لِيَكُنْ هَذَا فِرَاشُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: يَا عَائِشَةُ، مَا هَذِهِ؟ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: رُدِّيهِ، قَالَتْ: فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِي، وَلَمْ أَرُدَّهُ، وَأَعْجَبَنِي أَنْ يَكُونَ فِي بَيْتِي، فَجَاءَ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، أَلَمْ آمُرْكِ أَنْ تَرُدِّيهِ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَمْ أَرُدَّهُ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ فِي بَيْتِي، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، رُدِّيهِ، فَإِنِّي لَوْ شِئْتُ لَأَجْرَى اللَّهُ مَعِيَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۶۰۲۹، أخلاق النبی لأبی الشیخ الأصبهانی، رقم الحدیث ۴۵۲)

یہ اس وقت ہے جبکہ گھر میں دیگر اہل وعیال نہ ہوں، ورنہ ضرورت کے بقدر زائد بستر میں بھی حرج نہیں، اور جس کے مہمانوں کی آمدورفت زیادہ ہوتی ہو، تو اس کو مہمانوں کی مناسبت سے بستروں کا رکھنا جائز ہے، البتہ غیر ضروری اور فالتو بستر جمع کر کے رکھنا ناپسندیدہ ہے۔ ۱

۱ (وعن جابر -رضى الله تعالى عنه -أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال له :أى لجابر فهو المقول له فى المقول (فراش) : قال الطيبى :مبتدأ مخصصه محذوف يدل عليه قوله الثالث للضيق أى فراش واحد كاف (للرجل وفراش) : أى آخر (لامرأته، والثالث للضيف، والرابع للشيطان) : أى لأنه يرتضيه ويأمر له، فكأنه له، أو لأنه إذا لم يحتج إليه كان مبيته ومقيله عليه وهو الأولى، فإنه مع إمكان الحقيقة لا وجه للعدول إلى المجاز، وكان الإمام النووى غفل عن هذا المعنى واختار الأول هنا ;فقال :أى أن ما زاد على الحاجة واتخاذ للمباهاة والاختيال والإلهاء بزينة الدنيا، وما كان بهذه الصفة فهو مذموم، وكل مذموم يضاف إلى الشيطان لأنه يرتضيه، وأما تعديد الفراش للزوج فلا بأس به لأنه قد يحتاج كل واحد منهما إلى فراش عند المرض ونحوه .واستدل بعضهم بهذا أنه يلزمه النوم مع امرأته، وأن له الانفراد عنها بفراش وهو ضعيف ;لأن النوم من الزوجة وإن كان ليس بواجب، لكنه معلوم بدليل آخر أن النوم معها بغير عذر أفضل : هو ظاهر فعل رسول الله -صلى الله عليه وسلم -.قال الطيبى :ولأن قيامه من فراشها مع ميل النفس إليها متوجها إلى التهجد أصعب وأشق :ومن ثم ورد " :عجب ربنا من رجلين، رجل ثار عن وطائه ولحافه من بين حبه وأهله إلى صلاته، فيقول الله لملائكته :انظروا إلى عبدى ثار عن فراشه ووطائه من بين حبه وأهله إلى صلاته رغبة فيما عندى وشفقا فيما عندى " .الحديث .قلت :لا كلام فى هذا، وإنما الكلام فى الاستدلال بالحديث على بيان الجواز وعدم الوجوب، وهو لا ينافى الأفضلية المستفادة من سائر أقواله وأفعاله -صلى الله عليه وسلم -فقوله ضعيف غير صحيح(مرقاة المفاتيح، ج۷ص۲۷۶۵، ۲۷۶۶، كتاب اللباس)

بسلسلہ: اصلاح وتزکیہ

اصلاحِ اخلاق اور حفاظتِ زبان

قرآن وسنت کی روشنی میں

حُسنِ اخلاق واصلاحِ اخلاق کے فضائل وفوائد، بدخلقی وبداخلاقی کے عذابات ونقصانات

حُسنِ اخلاق واصلاحِ اخلاق میں زبان کی اہمیت، زبان کے ذریعہ سے بداخلاقی وبدخلقی کی صورتیں، حفاظتِ زبان، اور آفاتِ زبان کی تفصیل وتشریح، آفاتِ زبان سے بچنے اور حفاظتِ زبان کے مسنون طریقے، قرآنی آیات، مستند احادیث اور معتبر تشریح وتوضیح کا جامع ومفید مجموعہ وذخیرہ، تزکیہ واصلاح کے موضوع پر ایک جامع، نافع وسہل کتاب

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَ بۡصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۳۳)

حضرت یوسف کا بنیامین کو بطور سزا اپنے پاس روکنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے کارندوں نے برادرانِ یوسف سے پوچھا کہ آپ کے ہاں چور کی کیا سزا ہوتی ہے، جب اس سے چوری شدہ مال برآمد ہو جائے، ہم بھی اسی کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

برادرانِ یوسف نے کہا کہ ہمارے ہاں اس شخص کی سزا جس سے چوری شدہ مال برآمد ہو، خود اس شخص کو ہی روک لینا (یعنی غلام بنالینا) ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں چور کی سزا یہ ہے کہ جس شخص کا مال چرایا ہے وہ شخص اس چور کو اپنا غلام بنا کر رکھے۔

سرکاری ملازمین نے اس طرح خود برادرانِ یوسف سے چور کی سزا حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے مطابق معلوم کر کے ان کو اس کا پابند کر دیا کہ بنیامین کے سامان میں سے چوری شدہ مال برآمد ہو جائے، تو وہ اپنے ہی فیصلہ کے مطابق بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالُوۡا فَمَا جَزَاؤُہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ کٰذِبِیۡنَ. قَالُوۡا جَزَاؤُہٗ مَنۡ وُّجِدَ فِیۡ رَحۡلِہٖ فَہُوَ جَزَاؤُہٗ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ (سورۃ یوسف، رقم الآیۃ ۷۴،۷۵)

یعنی ”انہوں نے کہا پھر اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہو گئے۔ انہوں (برادرانِ یوسف) نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں سے پایا جائے، پس وہی اس کا بدلہ ہے، ہم ظالموں کو یہی سزا دیتے ہیں۔

سرکاری تفتیش کرنے والوں نے اصل منصوبہ پر پردہ ڈالنے کے لئے پہلے سب بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی، پہلے ہی بنیامین کا سامان نہیں کھولا تاکہ ان کو شبہ نہ ہو جائے، اور آخر میں بنیامین کا سامان

کھولا گیا، تو اس میں سے اس کٹورے کو برآمد کرلیا۔ اس وقت سب بھائیوں کی گردنیں ندامت سے جھک گئیں اور بنیامین کو سخت سست کہنے لگے کہ تمہاری وجہ سے ہمیں پشیمانی کے یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔

یہ طریقہ کہ پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لیں، اور اس کے بعد بنیامین کے سامان کی تلاشی لیں، قرآن مجید کی تصریح کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ڈالا گیا تھا، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو مصر کے قانون کے تحت گرفتار نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ مصر کا قانون چور کے متعلق یہ تھا کہ چور کو مار پیٹ کی سزا دی جائے اور چوری شدہ مال سے دوگنی قیمت وصول کر کے چھوڑ دیا جائے، مگر انھوں نے برادرانِ یوسف ہی سے چور کا حکم حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے مطابق معلوم کرلیا تھا، اس کی رُو سے بنیامین کو اپنے پاس روک لینا صحیح ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنے پاس روکنے کی مراد بھی پوری ہوگئی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (سورة يوسف، رقم الآية ٧٦)

پھر یوسف نے اپنے بھائی کے اسباب سے پہلے ان کے اسباب دیکھنے شروع کیے پھر وہ کٹورا اپنے بھائی کے اسباب سے نکالا، ہم نے یوسف کو ایسی تدبیر بتائی تھی بادشاہ کے قانون سے تو وہ اپنے بھائی کو ہرگز نہ لے سکتا تھا مگر یہ کہ اللہ چاہے، ہم جس کے چاہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑھ کر دوسرا علم والا ہے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں، جیسا اس واقعہ میں یوسف علیہ السلام کے درجات ان کے بھائیوں کے مقابلہ میں بلند کر دیئے گئے۔

اور آگے جو یہ فرمایا کہ ہر علم والے کے اوپر اس سے زیادہ علم والا موجود ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ مخلوق میں ہم نے علم کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے، بڑے سے بڑے عالم کے مقابلہ میں کوئی اس سے زیادہ علم رکھنے والا ہوتا ہے، اور اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ پوری مخلوقات میں کوئی اس سے زیادہ علم نہیں رکھتا، تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم تو سب سے بالاتر ہے ہی۔

(جاری ہے..........)

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

بخار کے بارے میں ہدایاتِ نبوی

احادیثِ نبوی میں بخار کی فضیلت اور اس کے علاج کا ذکر آیا ہے، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

بخار کی وجہ سے اجروثواب اور گناہوں کی معافی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُوْعَکُ، فَمَسَسْتُہٗ بِیَدِیْ، فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ إِنَّکَ لَتُوْعَکُ وَعْکًا شَدِیْدًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَجَلْ إِنِّیْ أُوْعَکُ کَمَا یُوْعَکُ رَجُلَانِ مِنْکُمْ قَالَ: فَقُلْتُ: ذٰلِکَ أَنَّ لَکَ أَجْرَیْنِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَجَلْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصِیْبُہٗ أَذًی مِّنْ مَرَضٍ، فَمَا سِوَاہُ إِلَّا حَطَّ اللّٰہُ بِہٖ سَیِّئَاتِہٖ، کَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَۃُ وَرَقَھَا (مسلم، رقم الحدیث ۲۵۷۱ "۴۵")

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کو اس وقت بخار تھا، تو میں نے آپ کو ہاتھ لگا کر دیکھا، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کو بہت شدید بخار ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ (غالبًا) اس وجہ سے ہے کہ آپ کے لئے دو اجر ہیں (اس لئے دو آدمیوں کے برابر تیز بخار ہو گیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کو بیماری وغیرہ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے، یا اس کے علاوہ کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو اللہ اس کے ذریعہ سے اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے، جس طرح درخت (مخصوص موسم میں) اپنے پتوں کو جھاڑ دیتا ہے (مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَخَلَ عَلٰى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيِّبِ فَقَالَ: مَا لَكِ؟ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيِّبِ تُزَفْزِفِيْنَ؟ قَالَتْ: اَلْحُمّٰى، لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا، فَقَالَ: لَا تَسُبِّيْ الْحُمّٰى، فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ آدَمَ، كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ (مسلم، رقم الحديث ۵۳"۲۵۷۵"، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۲۹۳۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امِّ سائب یا امِّ مسیّب کے ہاں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے امِّ سائب یا اے امِّ مسیّب تمہیں کیا ہوا، تم کانپ رہی ہو، انہوں نے عرض کیا کہ بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ کرے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار کو برا نہ کہو کیونکہ بخار بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے، جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے (مسلم، ابن حبان)

حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّمَا مَثَلُ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ حِيْنَ يُصِيْبُهُ الرَّعْدُ وَالْحُمّٰى، كَمَثَلِ حَدِيْدَةٍ تَدْخُلُ النَّارَ فَيَذْهَبُ خَبَثُهَا وَيَبْقٰى طِيْبُهَا (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۲۴۶) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن بندہ کو جب کپکپی اور بخار (یعنی سردی کا بخار) چڑھ جائے، تو اس کی مثال اس لوہے کی طرح ہوتی ہے، جو آگ (یعنی بھٹی) میں ڈالا جائے، جس سے اُس کی گندگی (زنگ وغیرہ) دُور ہوجائے، اور اچھا (اور صاف لوہا) باقی رہ جائے (حاکم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ عَادَ مَرِيْضًا وَمَعَهُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ مِنْ

---

[1] فی حاشية ابن حبان: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

[2] قال الحاكم: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ وَالَّذِیْ عِنْدِیْ أَنَّهُمَا تَرَكَاهُ لِتَفَرُّدِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنْ أَبِيْهِ بِالرِّوَايَةِ وقال الذهبی: صحيح الإسناد.

وَعْكٍ كَانَ بِهٖ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْشِرْ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: نَارِيْ أُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِيْ الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا، لِتَكُوْنَ حَظَّهٗ مِنَ النَّارِ فِي الْآخِرَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ۹۶۷۶) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک مریض کی عیادت (یعنی بیمار پرسی) کے لئے جسے بخار ہو گیا تھا تشریف لے گئے، اور آپ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، تو اس مریض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خوشخبری حاصل کرو، بے شک اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ یہ (بخار) میری آگ ہے، جسے میں دنیا میں اپنے مومن بندے پر مسلط کرتا ہوں، تاکہ اس کا (گناہوں کی وجہ سے) جو آخرت میں آگ (یعنی جہنم کے عذاب) کا حصہ ہے، وہ دنیا ہی میں حاصل ہو جائے (اور اس طرح وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے) (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۲؎

بخار کا زمزم اور پانی سے علاجِ نبوی

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوْهَا بِمَاءِ زَمْزَمَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۶۴۹) ۳؎

۱؎ فی حاشية مسند احمد: إسناده جيد.

۲؎ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :الْحُمّٰى مِنْ كِيرِ مِنْ جَهَنَّمَ، فَمَا أَصَابَ الْمُؤْمِنَ مِنْهَا كَانَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۱۶۵، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۲۲۱۶۵)

فی حاشية مسند احمد: حسن لغيره.

قال المنذری: رواه أحمد بإسناد لا بأس به (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۵۲۲۶)

عن عائشة، أن النبی صلى الله عليه وسلم قال :الحمى حظ كل مؤمن من النار .قال البزار :لا نعلم أسنده عن هشيم إلا عثمان (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۷۶۵)

قال المنذری: رواه البزار بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۵۲۲۷)

وقال الهيثمی: رواه البزار وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۸۲۵، باب فی الحمی)

۳؎ فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار جہنم کے سانس سے تعلق رکھتا ہے، تو تم اس کو زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اَلْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ أَوْ قَالَ بِمَاءِ زَمْزَمَ (بخاری، رقم الحديث ۳۲۶۱)

ترجمہ: بخار جہنم کے سانس سے تعلق رکھتا ہے، تو تم اس کو پانی سے یا یہ فرمایا کہ زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو (بخاری)

زمزم کا پانی دوسرے پانی کے مقابلہ میں زیادہ بابرکت ہے، اس لئے اس کو دوسرے پانی پر ترجیح حاصل ہے۔

البتہ اگر زمزم کا پانی میسر نہ ہو، تو عام پانی بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، جس کا کئی احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ (بخاری، رقم الحديث ۳۲۶۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار جہنم کے سانس سے تعلق رکھتا ہے، تو اس کو تم پانی کے ذریعہ ٹھنڈا کرو (بخاری)

اس طرح کی حدیث اور کئی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

پانی کے ذریعہ سے بخار کو ٹھنڈا کرنے میں پانی کا پینا، اور جسم کے بعض حصے مثلاً پیشانی وغیرہ پر ڈالنا، اور نہانا سب داخل ہے، مریض کی حسبِ ضرورت ومصلحت ان میں سے کوئی سا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، قَالَ أَخْبَرَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الحُمَّى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ (بخاری، رقم الحديث ۳۲۶۲)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ (مسلم، رقم الحديث ۲۲۰۹ "۷۸")

عَنْ أَسْمَاءَ، أَنَّهَا كَانَتْ تُؤْتَى بِالْمَرْأَةِ الْمَوْعُوكَةِ، فَتَدْعُو بِالْمَاءِ فَتَصُبُّهُ فِي جَيْبِهَا، وَتَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ وَقَالَ: إِنَّهَا مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ (مسلم، رقم الحديث ۲۲۱۱ "۸۲")

اور اگر بخار زیادہ سخت ہو، تو ٹھنڈے پانی کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، جس کا بعض احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْحُمَّى كِيْرٌ مِنْ كِيْرِ جَهَنَّمَ، فَنَحُّوْهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٣٤٧٥)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار جہنم کے جوش میں سے ایک جوش ہے، تو تم اس کو ٹھنڈے پانی سے بجھاؤ (ابنِ ماجہ)

اور بعض احادیث میں بخار کی وجہ سے سحری کے وقت تین دن تک ٹھنڈے پانی کو جسم پر ڈالنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا حُمَّ أَحَدُكُمْ فَلْيَشِنَّ عَلَيْهِ الْمَاءَ الْبَارِدَ ثَلَاثَ لَيَالٍ مِّنَ السَّحَرِ (مستدرک حاكم، رقم الحديث ٧٤٣٨، المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٥١٧٤) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو بخار ہو جائے، تو اس کو چاہئے کہ اپنے اوپر تین رات تک، سحری کے وقت ٹھنڈا پانی ڈالے (حاکم)

ممکن ہے کہ یہ علاج اس وقت ہو، جبکہ بخار کی شدت ہو، اور علاج کے پہلے ذکر شدہ طریقوں سے افاقہ نہ ہو رہا ہو۔

---

[1] (فابردوها بالماء) : بهمز الوصل وفى نسخة بقطعها أى بردوا شدة حرارتها باستعمال الماء البارد، وهو يحتمل الشرب والاغتسال والصب على بعض البدن كالجبين وكفوف الأيدى والأرجل والله أعلم. وقد جاء فى رواية ابن ماجه بالماء البارد، قيل :وهو خاص ببعض الحميات الحادثة عند شدة الحرارة، وببعض الأشخاص كأهل الحجاز، فإن أكثر الحميات التى يعرض لهم عن كثرة الحرارة وشدتها فينفعها الماء البارد شربا وغسلا (مرقاة المفاتيح، ج٧ص٢٨٦٧، كتاب الطب والرقى)

[2] قال الحاكم : هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَإِنَّمَا اتَّفَقَا عَلَى الْأَسَانِيدِ فِي أَنَّ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَطْفِئُوهَا بِالْمَاءِ "

وقال الذهبى فى التلخيص: على شرط مسلم

وقال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٨٣٤٤، باب ما جاء فى الحمى وإبرادها بالماء)

پہلے زمانہ میں سادہ لوگ بخار کی حالت میں پانی اور ہوا سے مریض کو دور رکھا کرتے تھے، اور یہ سمجھا کرتے تھے کہ پانی اور ہوا سے بخار کی شدت میں اضافہ ہوجاتا ہے، مگر آج کی سائنس وڈاکٹری نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ بخار میں اور بطورِ خاص تیز بخاری پانی اور خاص طور پر ٹھنڈے پانی سے مریض کا علاج کرنا چاہئے، چنانچہ آج کل تیز بخار ہونے پر ڈاکٹر، مریض کے سر اور پیشانی اور ہاتھ پاؤں کو ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھ کر علاج تجویز کرتے ہیں، جو تجربہ سے مفید ثابت ہوا، اور احادیث میں بخار کے علاج کا یہ طریقہ ہزاروں سال پہلے بیان کردیا گیا، جبکہ سائنس اور ڈاکٹر کی موجودہ ترقی یافتہ تحقیقات بھی سامنے نہیں آئیں تھیں، یہ سب کچھ اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔

نظرِ بد کے بخار کا علاجِ نبوی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِغْتَسَلَ أَبِیْ سَهْلُ بْنُ حُنَیْفٍ بِالْخَرَّارِ، فَنَزَعَ جُبَّةً کَانَتْ عَلَیْهِ وَعَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ یَنْظُرُ، قَالَ: وَکَانَ سَهْلٌ رَجُلًا أَبْیَضَ، حَسَنَ الْجِلْدِ، قَالَ: فَقَالَ عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ: مَا رَأَیْتُ کَالْیَوْمِ وَلَا جِلْدَ عَذْرَاءَ، فَوُعِکَ سَهْلٌ مَکَانَهٗ، فَاشْتَدَّ وَعْکُهٗ، فَأَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهٗ أَنَّ سَهْلًا وُعِکَ وَأَنَّهٗ غَیْرُ رَائِحٍ مَعَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: فَأَخْبَرَهٗ سَهْلٌ الَّذِیْ کَانَ مِنْ شَأْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عَلَامَ یَقْتُلُ أَحَدُکُمْ أَخَاهُ، أَلَا بَرَّکْتَ، إِنَّ الْعَیْنَ حَقٌّ، تَوَضَّأْ لَهٗ، فَتَوَضَّأَ لَهٗ عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ، فَرَاحَ سَهْلٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِهٖ بَأْسٌ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۶۱۰۵) [1]

ترجمہ: میرے والد حضرت سہل بن حنیف نے خرار مقام میں غسل کیا، آپ نے اپنا پہنا ہوا جبہ اتارا، اور عامر بن ربیعہ ان کو دیکھ رہے تھے، اور حضرت سہل گورے اور خوبصورت بدن کے آدمی تھے، تو عامر بن ربیعہ نے کہا کہ میں نے آج کی طرح خوبصورت جلد کسی کی نہیں

[1] فی حاشیة ابنِ حبان: رجاله ثقات رجال الشیخین غیر محمد بن أبی أمامة، فقد روی له أصحاب السنن غیر الترمذی.

دیکھی، تو حضرت سہل کو اسی وقت بخار چڑھ گیا، اور آپ کا بخار شدت اختیار کر گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور حضرت امامہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ حضرت سہل کو بخار ہو گیا ہے، اور اے اللہ کے رسول! وہ آپ کی معیت میں حاضری کے قابل نہیں ہیں، تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، حضرت سہل نے آپ کو عامر بن ربیعہ کی بات بتلائی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں ہلاک کرنا چاہتا ہے (اور عامر بن ربیعہ کو فرمایا کہ) تم نے (ان کے خوبصورت بدن کو دیکھ کر) برکت کی دعا کیوں نہ کی (مثلاً بارک اللہ کے الفاظ کیوں نہ کہے، تاکہ وہ نظرِ بد سے محفوظ رہتے) بے شک نظرِ بد حق ہے، تو آپ ان کے لئے وضو کیجئے (یعنی وضو کر کے اپنا وضو کا پانی ان کو دیجئے) تو عامر بن ربیعہ نے حضرت سہل کے لئے وضو کیا (جس کو حضرت سہل نے اپنے جسم پر بہایا) تو فوراً ہی حضرت سہل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحت یاب ہو کر چل پڑے، اور آپ کو کوئی تکلیف نہ رہی (ابنِ حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو دوسرے کی نظر لگ گئی ہو، تو جس کی نظر لگی ہے اسے چاہئے کہ وہ وضو کرے، اور اپنے وضو کئے ہوئے پانی کو جمع کر کے مریض کو دے، جس کو مریض اپنے جسم پر بہائے، اس سے نظرِ بد دور ہو جاتی ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر دوسرے کی کوئی چیز پسند آئے، تو ''بارک اللہ'' یا ''ماشاءاللہ'' وغیرہ کہہ دینا چاہئے ، تاکہ دوسرا شخص نظرِ بد سے محفوظ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۵ ''اخبارِ عالم﴾

15 / مارچ: پاکستان: جاتی حکومت کا عوام کو ایک اور تحفہ، بجلی 1.55 روپے فی یونٹ مہنگی کرنے کی منظوری۔ 16 / مارچ: پاکستان: ڈرون حملے پاکستان خود مختاری کی خلاف ورزی ہے، اقوام متحدہ 17 / مارچ: پاکستان: 5 سال مکمل، قومی اسمبلی اور کابینہ تحلیل، نگران وزیر اعظم پر ڈیڈ لاک برقرار، قومی اور صوبائی الیکشن ایک دن ہوں گے، نوٹیفکیشن جاری۔ 18 / مارچ: پاکستان: نگران حکومت مشرف کو گرفتار کرنے کی پابند ہے، رضا ربانی 19 / مارچ: پاکستان: پاکستان اور مصر کا آزاد تجارتی معاہدہ پر اتفاق، 5 مفاہمتی یادداشتوں پر دستخط 20 / مارچ: پاکستان: خیبر پختونخوا اور سندھ میں اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات 11 مئی کو کرانیکا فیصلہ۔

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......جمعہ ۱۱/ ۱۸/ ۲۵/ ربیع الآخر اور ۲/ ۹/ جمادی الاولیٰ/ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے ہوئے۔

□......۱۳/ ۲۰/ ۲۷/ ربیع الآخر اور ۴/ ۱۱/ جمادی الاولیٰ کو مدیر صاحب کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی، انہی تاریخوں میں بعد ظہر کی ہفتہ وار بزمِ ادب، بعد عصر کی اصلاحی نشست برائے طلبۂ کرام بھی حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی (سوائے ۴/ جمادی الاولیٰ کے)

□......۱۳/ ربیع الآخر، اتوار، بندہ امجد کے والد صاحب کی عیادت کے لئے جامعہ اسلامیہ، صدر سے استاد القراء جناب قاری محمد یعقوب صاحب، شیخ التجوید جناب قاری حبیب الرحمٰن صاحب اور مولوی محمد داؤد صاحب تشریف لائے۔

□......۲۹/ ربیع الآخر، منگل کو مولانا محمد اسماعیل صاحب اوران کے رفقاء، کوٹ پنڈی داس (ضلع شیخوپورہ) ادارہ میں تشریف لائے، دارالافتاء میں حضرت مدیر صاحب سے علمی مجالست ہوئی، قبل العصر معزز مہمانوں کی واپسی ہوئی۔

□......۲۷/ ربیع الآخر، اتوار، مولانا طارق محمود صاحب کے ماموں جناب عبداللہ صاحب کا انتقال پرملال ہوا، آپ جنازہ میں شرکت کے لئے گاؤں (مرغز، صوابی) تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

□......۲۹/ ربیع الثانی منگل تا ۶/ جمادی الاولیٰ، تعمیرِ پاکستان سکول میں تمام (پرائمری) جماعتوں کے سالانہ امتحانات منعقد ہوئے۔

□......۴/ جمادی الاولیٰ، اتوار، قرآنی شعبہ جات (بنین وبنات) کے ششماہی امتحانات منعقد ہوئے، ۵، ۶، ۷ جمادی الاولیٰ کو شعبہ تخصص فی الفقہ اور شعبہ دراساتِ دینیہ کے ششماہی امتحانات منعقد ہوئے، ۷/ جمادی الاولیٰ، جمعرات کو شعبہ حفظ کا امتحان منعقد ہوا، امتحان کے بعد جمعرات ۸/ جمادی الاولیٰ کو تعلیمی شعبہ میں عمومی تعطیل تھی۔

□......۸/ جمادی الاولیٰ، جمعرات کا دن گزر کر جمعہ کی شب کو قاری محمد طاہر صاحب (معلم شعبہ حفظ، ادارہ غفران) کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا، محمد نوح نام تجویز ہوا، اللہ والدین کے لئے ''قرۃِ عین'' بنائے۔

Idara Ghufran

□......۱۰/ جمادی الاولیٰ ہفتہ (۲۳ مارچ) کو تعمیرِ پاکستان سکول میں سالانہ امتحانات کے نتائج سنائے جانے کی تقریب ہوئی، جس میں ہر جماعت کے نمایاں درجات حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو انعامات دیئے گئے، تقریب میں طلبہ وطالبات کی مائیں (خواتین) مدعو تھیں، حضرت مدیر صاحب کی والدہ واہلیہ محترمہ تقریب کی مہمانِ خصوصی تھیں، بچوں نے تلاوت، حمد، نعت، نظم، ملی ترانے، خاکے، مزاحیہ خبریں، ٹیبلو وغیرہ پیش کئے۔

آخر میں حضرت مدیر صاحب اور جناب غفار الحق صاحب (سکول کے نظام کے روح رواں) کے موقع کی مناسبت سے فکر انگیز بیانات ہوئے، جس میں سکول کے تاسیس کے مقاصد اور آئندہ کے اہداف پر روشنی ڈالی گئی، اور پہلے تجرباتی سال کے بحسن وخوبی کامیابی کے ساتھ مکمل ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا گیا، اور والدین ومعاونین کے تعاون کو سراہا گیا، اور واضح کیا گیا کہ ہم نے ادارہ غفران کے تحت عصری تعلیمی سسٹم کو ایک چیلنج سمجھ کر سکول کا اجراء کیا ہے کہ آج ملت بحران سے گزر رہی ہے، عصری تعلیمی سسٹم کے نام پر غیروں کا کلچر، اقدار اور مادر پدر آزادانہ رجحانات وثقافت کو مسلمان قوم کے نونہالوں میں، ہماری نوخیز نسلوں میں منتقل کیا جارہا ہے، اپنی زبان کو دیوار سے لگا کر اجنبی زبان کو قوم پر مسلط کیا جارہا ہے، یہ اجتماعی خودکشی کے مترادف ہے، اس طرزِ عمل میں بہت کچھ اصلاح اور اعتدال کی شدید ضرورت ہے، ہم اپنے سکول کے تحت آج کے معاصر علوم وفنون کو اپنی زبان، اپنی اقدار اور اپنی ملی وقومی روایات سے وابستہ رہ کر اور ان کو اجاگر کرکے عصری تعلیم کی صورت میں نسلِ نو کو منتقل کریں گے۔

خوشخبری: تعمیرِ پاکستان سکول کی نصابی کمیٹی نے حضرت مدیر صاحب کی مشاورت وسرپرستی میں سکول کے لئے پرائمری کی سطح کا (نرسری تا پنجم) اپنا مربوط ومتوازن نصاب تیار کرلیا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ اپریل سے سکول کے دوسرے تعلیمی سال میں اس نئے نصاب کا اجراء ہوگا، یہ نصاب دینی وعصری اور قومی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے، ابھی سال دو سال کے تجرباتی مرحلے سے گزار کر اس میں حک واضافے اور جزوی تغیر وترمیم بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہے گی، پرائمری کے اس مرحلے میں مکمل قاعدہ وناظرہ قرآن مجید بنیادی تجوید کے ساتھ بحمداللہ تعالیٰ پہلے سے ہی شاملِ نصاب ہے۔

□......۱۰/ جمادی الاولیٰ (۲۴ مارچ) اتوار، سکول کی تقریب سے فارغ ہوکر حضرت مدیر صاحب، مجلس صیانۃ المسلمین کے اجتماع میں شرکت کے لئے لاہور روانہ ہوئے، اجتماع میں بعد عشاء حضرت مدیر صاحب کا بیان ہوا، بیان کے بعد ہی راولپنڈی کے لئے واپسی ہوئی، اور اتوار کی علی الصباح راولپنڈی پہنچے، آپ کے ہمراہ مولانا محمد ناصر صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب، جناب محمد حسان صاحب (حضرت مدیر صاحب کے بھتیجے) اور محمد ریحان تھے۔

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

21/فروری/2013ء، بمطابق ۱۰/ربیع الثانی/1434ھ: پاکستان: وفاقی کابینہ، دھماکہ خیز مواد کی روک تھام کا بل۔ حج پالیسی منظور، کوئٹہ میں ٹارگٹڈ آپریشن کی توثیق 22/فروری: پاکستان: 5 سال میں دوسرے حج پر پابندی، کرایوں میں 14 ہزار تک اضافہ، نئی پالیسی جاری 23/فروری: پاکستان: قائم مقام گورنر سندھ کے بل پر دستخط، 1979 کا بلدیاتی نظام نافذ، پرانا بلدیاتی نظام بھی بحال 24/فروری: پاکستان: 1992 سے 2009 تک 84 ارب سے زائد کے قرضے معاف کئے گئے 25/فروری: پاکستان: نیشنل گرڈ میں خرابی، پورا ملک تاریکی میں ڈوب گیا 26/فروری: پاکستان: شکار پور درگاہ میں بم دھماکہ، آگ لگ گئی، 2 افراد جاں بحق 27/فروری: پاکستان: تحریک انصاف پنجاب کے انتخابات، لاہور میں علیم خان کو برتری، کئی پولنگ سٹیشنز پر بدنظمی، ہاتھا پائی 28/فروری: پاکستان: بارشیں اور برفباری جاری، تودے گرنے سے بچوں سمیت 15 افراد جاں بحق یکم/مارچ: پاکستان: بھکر میں زہریلی شراب پینے سے 10 افراد ہلاک 2/مارچ: پاکستان: وزیر اعظم کا سکیل 1 سے 16 تک کے کنٹریکٹ ملازمین مستقل کرنے کا اعلان 3/مارچ: پاکستان: پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں حالیہ اضافہ واپس لے لیا گیا 4/مارچ: پاکستان: کراچی میں بم دھماکہ، عورتوں اور بچوں سمیت 45 جاں بحق، 150 زخمی 5/مارچ: پاکستان: ن لیگ مقبولیت میں 9 فیصد اور تحریک انصاف 4 فیصد نیچے، گیلپ سروے 6/مارچ: پاکستان: شارٹ فال 6200 میگا واٹ، 19 گھنٹے تک لوڈ شیڈنگ 7/مارچ: پاکستان: پنجاب میں نئے صوبہ کا بل سینیٹ سے منظور، ن لیگ فنکشنل اور نیشنل پارٹی کا احتجاج، واک آوٹ 8/مارچ: پاکستان: مسجد نبوی کے نظر ثانی شدہ توسیعی منصوبے پر عملدرآمد شروع 9/مارچ: پاکستان: راولپنڈی میں پابندی کے باوجود بسنت، فائرنگ بچہ جاں بحق، درجنوں زخمی 10/مارچ: پاکستان: مبینہ توہین رسالت، بادامی باغ میں مسیحی بستی پر حملہ، 170 گھر اور چرچ نذرِ آتش، وزیر اعلیٰ نے بادامی باغ واقعہ کی عدالتی تحقیقات کا حکم دے دیا، متاثرین کے لئے امداد کا اعلان 11/مارچ: پاکستان: فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے اب تک 33 ہزار 604 حج درخواستیں جمع 12/مارچ: پاکستان: پاک ایران گیس منصوبے کا سنگِ بنیاد رکھ دیا گیا 13/مارچ: پاکستان: کوئٹہ میں موٹر سائیکل سواروں کی فائرنگ، ضلعی الیکشن کمشنر ضیاء قاسمی جاں بحق 14/مارچ: پاکستان: مقبوضہ کشمیر میں پولیس کیمپ پر حملہ، 7 ہلاک، بھارت کا حسبِ روایت پاکستان پر الزام۔

﴿بقیہ صفحہ ۹۱ پر ملاحظہ فرمائیں﴾